بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالےٰ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (پ ۲)

اے ایمان والو - اسلام میں پورے پورے داخل ہو

رسالہ

احسن المقالات

فی تحقیق

ضیافۃ الاموات

(مع تصحیح غلط من کتاب المشکوٰۃ)

جس میں کتب معتبرۂ اہل السنۃ والجماعۃ سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مروجہ رسوم متعلقہ طعامہائے مردگان مکروہ تحریمی و معصیت ہیں

مؤلفہ

حضرت مولینا الحاج محمد کریم بخش ایم اے پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

باہتمام اللہ دتی رام منیجر مفید عام پریس واقع ریلوے روڈ لاہور میں چھپا اور حاجی عبدالعزیز مالک کمپنی پریس لاہور نے شائع کیا

سنہ ۱۳۵۳ھ

تعداد ایک ہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین ۝

اما بعد خاکسار کریم بخش مظفر گڑھی حال وارد شہر لاہور اہل علم کی خدمت بابرکت میں عرض پرداز ہے۔ کہ یہ رسالہ، مروجہ رسوم **سیوم چہلم** - برسی وغیرہ کے متعلق ہے ۔ اِس عاجز نے اپنے تجربہ کی بنا پر یہ معلوم کیا ہے۔ کہ ایصالِ ثواب کے معاملے میں زیادتی کرنے والے اہلِ اسلام میں دو قسم کے لوگ ہیں ۔ ایک تو وہ جو موجودہ تعلیمِ انگریزی سے زیادہ تر متاثر ہیں۔ اُنکے نزدیک اپنے فوت شدہ اقارب یا دیگر بزرگان کی ارواح کو بذریعہ خیر خیرات ومالی صدقات کے ثواب پہنچانا ایک وہمی یا لغو مسئلہ ہے ۔ دوسرے گروہ لوگ جو جدید دنیوی بلکہ دینی تعلیم سے بالکل ناآشنا اور عاری ہیں ۔ اور اُنمیں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہیں جو کسی قدر تعلیم دین کو حاصل کئے ہوئے ہیں ۔ مگر جادۂ تحقیق وتربیتِ روحانی سے بہت حد تک محروم ہیں ۔ اسی دُوسری قسم کے لوگ جن کی اکثریت ہے ۔ اِن رسوم سیوم وچہلم وغیرہ میں اس قدر منہمک ومُستغرق ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ اِن کے التزام واصرار کی وجہ سے ان کی اعتقادی وعملی واخلاقی حالت میں بہت خرابی واقع ہو رہی ہے ۔ بلکہ دنیوی طور پر بھی اگر دیکھا جاوے ۔ تو ان کی اقتصادی حالت کے خراب ہونے کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہی امر ہے ۔ حتی کہ میں نے ذاتی مشاہدہ سے اُن کے بعض خاندانوں کو انہی رسوم کی پابندی کی وجہ سے تباہ ہوتے دیکھا ہے ۔ اعاذنا اللہ منہ ۔

اب ان دو فریقوں کے خیالات و اعمال میں جو اس قدر افراط و تفریط دیکھی - تو ان کی اصلاح کی نیّت سے قومی ہمدردی اور اسلامی برادری نے تقاضا کیا کہ کتب اسلامیہ معتبرہ سے کچھ نقول پیش کروں جو شاید ان لوگوں کو مفید ثابت ہو سکیں اور بالخصوص دوسرے فرقہ کے لوگوں کی رہنمائی کر سکیں - کیونکہ یہ حضرات ان امور کو فرض و واجب تصوّر کر کے ان پر پورا التزام رکھتے ہیں - اور ان کے تارک کو موردِ طعن و تشنیع بناتے ہیں - واللّٰہ ولی التوفیق +

سبب خاص برائے تحریر رسالہ ہٰذا :- اس رسالہ کی تالیف کا ایک خاص سبب بھی ہے جس کا ذکر کرنا مناسب ہے - وہ یہ کہ ایک سال سے زاید کا عرصہ گذر چکا ہے کہ خاکسار رخصتوں کے موقع پر اپنے وطن مالوف میں مقیم تھا - انہی ایام میں ایک موقع پر میں نے حسب عادت قدیمہ اپنی مجالسِ خاصہ میں کچھ تو بعض احباب کے دریافت کرنے اور کچھ اپنی طبعی خواہش کی بنا پر ان مروجہ رسوم سیوم و چہلم وغیرہ سے اجتناب کرنے کی مخلصانہ نصیحت عرض کی - اس امر کی اطلاع کسی ذریعہ سے قریب کے ایک دو عالموں کو جن کا پیشہ وعظ گوئی ہے اور علوم قرآن و حدیث میں وہ چنداں دسترس بھی نہیں رکھتے - پہنچی - بقول مشہور (المعاصرۃ اصل المنافرۃ (ہم زماں ہونا باہمی منافرت کا اصلی سبب ہے) اُنہوں نے اپنی مجالسِ عامّہ و خاصّہ میں احقر کے خیالات کی تردید کی - اِن میں سے ایک عالم صاحب نے ان رسوم کی تائید میں مشکوٰۃ شریف (باب المعجزات - فصل ثالث صفحہ ۵۴۴ طبع جدید) کی ایک حدیث بیان کی اور اپنے زعم میں اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ "خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمع حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، اہل میت کے گھر سے پہلے دن طعام تناول فرمایا تھا - اس لئے یہ تمام رسوم جائز ہیں" - چونکہ خاکسار بفضلہٖ تعالےٰ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالےٰ

کہ فتاوے سے ان رسوم کا مکروہ تحریمی ہونا اچھی طرح جانتا تھا۔ اور حدیث شریف کی رُو سے حضرات صحابہؓ کا اجماع معلوم کر چکا تھا۔ کہ وُہ بزرگ لوگ، اہلِ بیت کے مکان پر جمع ہونے اور ضیافت کھانے کو رسوم جاہلیت میں سے شمار کرتے تھے (جیسے کہ ابھی مفصلاً مذکور ہوگا) اِس لئے خاکسار نے اس حدیثِ مشکوٰۃ شریف کی پوری تحقیق کرنا شروع کی۔ اور بتوفیقہ تعالیٰ اپنی انسانی کوشش کو حد تک پہنچا دیا۔ چنانچہ اس موجودہ نسخہ مشکوٰۃ میں ایک ایسی غلطی پائی کہ جس کی اصلاح، بغیر دوسری کُتب حدیث کی طرف مراجعت کے محال تھی۔ مگر الحمد للہ کہ اکثر کُتب حدیث کی امداد سے اِس غلطی کی اصلاح ہوگئی۔ اِن حدیثی تحقیقات و تدقیقات کے علاوہ فقہائے کرام رح کے فتاوے کو بھی جمع کیا۔ اور بحمدہٖ تعالےٰ چند دِنوں میں ایک خاصہ ذخیرہ تحقیقات علمیہ کا بہم پہنچ گیا۔ اِس کے بعد خاکسار نے یہ تمام سوادا اپنے شیخ و شیخ الکل خاتمۃ المحدثین سراج العارفین مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں جب کہ آپ ماہِ شعبان ۱۳۵۱ھ میں لاہور تشریف لائے تھے۔ پیش کیا۔ حضور والا رح نے انہیں پسند فرمایا بلکہ یہاں تک گوہر افشانی کی "کہ اگر میں بھی ان روایات کی تحقیق کرتا تو اس سے زائد نہ کر سکتا"۔ اِس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان تحقیقات کو طبع کرا دو۔ تاکہ علماء کرام کو نفع ہو۔ پھر جب شروع شوال ۱۳۵۱ھ میں یہ احقر آنحضرت کی زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہؤا۔ تو وہاں بھی آپ نے اس ارشاد کا اعادہ فرمایا۔ بنا بریں یہ عاجز ذیل کی سطور کو حضراتِ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اُمید ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین و معتقدین تو ضرور ان تحقیقات[۱] کو بنظر استحسان دیکھیں گے۔

واضح ہو کہ ابھی تعمیلِ ارشاد میں اس رسالہ کی طباعت کا فکر ہو رہا تھا کہ چند ماہ کے بعد شب ۲ر صفر ۱۳۵۲ھ میں حضرت اقدس رح کا انتقال پُرملال ہو گیا۔ اور وہ مجسمۂ علم و برکت و اخلاص ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس وفات حسرت آیات پر آپ کے عملی و علمی کمالات کو بیان کرتے ہوئے ایک مختصر رسالہ بنام جزاء الاحسان طبع کرایا گیا جس کو بحمدہٖ تعالیٰ مخلصین نے نہایت قدرشناسی کی نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد ایک خاص ضرورت کی بنا پر رسالہ نور البشر مرتب ہو کر زیورِ طبع سے مزین ہوُا۔ اس کی اشاعت بھی حق سبحانہ وتعالےٰ نے جس قدر کرائی۔ اُس کا پورا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ الخ

اس تمہید کے بعد بتوفیقہٖ تعالیٰ رسالہ کی ابتدا شروع ہوتی ہے۔

اہل علم میں سے تو بعضوں کو مگر غیر اہل علم میں غالباً اکثروں کو یہ بات معلوم نہ ہو گی کہ کتاب مستطاب مشکوٰۃ المصابیح[۲] حدیث نبوی کا ایک مشہور و متداول مجموعہ ہے۔ جس کے مصنف ایک بزرگ شیخ ولی الدین محمد بن

---

[۱] ان روایاتِ حدیثیہ و فقہیہ کے علاوہ بعد میں بعض مستند و متبرک بزرگوں کی کتب کے حوالے بھی جمع کئے گئے۔ اور ان کے ساتھ ملحق کر دئے گئے۔ تاکہ کم علم اصحاب بھی منتفع ہو سکیں ۱۲

[۲] اس کتاب کی بہت شروح لکھی گئیں۔ ان سب میں محققانہ شرح علامہ طیبی المتوفی ۷۴۳ھ کی ہے۔ دیکھو کشف الظنون۔ اس وقت علامہ علی قاری رح المتوفی ۱۰۱۴ھ کی ضخیم شرح مرقات اور شیخ عبدالحق صاحب دہلوی رح المتوفی ۱۰۵۲ھ کی عربی شرح لُمعات التنقیح جو بہت نادر اور قریباً معدوم ہے، اور ان کی دوسری شرح فارسی اشعۃ اللُمعات موجود ہیں۔ ۱۲

عبد اللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے ۷۳۷ھ میں اِس کتاب کو مکمل کیا۔ اس کتاب کا اصل ماخذ کتاب مصابیح[1] ہے جو محدث کبیر امام فرّاء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ صاحب تفسیر معالم التنزیل وشرح السنۃ کی تصنیف ہے۔ صاحب مصابیح نے کتاب کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر ہر باب کو دو فصلوں میں منقسم کیا تھا۔ اول میں وہ احادیث درج کیں جو بخاری ومسلم کی تھیں۔ اور دوسری فصل میں دیگر کتب کی احادیث۔ لیکن ان کتب کی احادیث کی تخریج نہیں فرمائی تھی۔ یعنی اُن کی احادیث کو ان کتب کی طرف منسوب کر کے ان کا نام نہیں لکھا تھا۔ اب صاحب مشکوٰۃ نے اول تو یہ عمدہ کام کیا کہ ان احادیث کی تخریج فرمائی۔ دوسرا یہ کہ مزید تائید کے لئے ایک (تیسری) فصل اور بڑھا دی۔ جس میں اس باب کے مناسب دیگر احادیث جو صاحب مصابیح نے بیان نہیں کی تھیں۔ کتب صحاح ستہ وغیرہ سے لے کر درج کر دیں۔ اور کہیں کہیں یہ بھی فرماتے گئے کہ گو فصل اول میں صاحب مصابیح نے بخاری مسلم کے نام پر یہ فلاں حدیث لکھی ہے مگر مجھے باوجود تتبّع وتفحص کے وہاں نہیں ملی +

اب واضح ہو کہ اس وقت جو **مشکوٰۃ شریف** کے قلمی یا مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ اُن میں غور وخوض کرنے سے بعض اہل علم کو معلوم ہُوا۔ کہ اس میں کئی ایک مُسامحات ہیں۔ جن میں سے بعض تو یقیناً مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں۔ اور بعض ناسخین کی طرف۔ دوسری بات کی تحقیق ہر ایک اُس صاحب سے ہو سکتی ہے۔ جس کو مطالعۂ کتب میں توغّل ہو اور نسخوں کے مقابلے کا شوق رہا ہو۔ غور وتدبر کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ بعض

[1] یہ کتاب مطبوعہ مصر موجود ہے۔ اسکی بھی کئی شروح لکھی گئیں۔ سب سے ممتاز علامہ تورپشتی حنفیؒ اور علامہ ابن ملک حنفیؒ کی شرحیں ہیں۔ تفصیل کشف الظنون میں ہے۔ ۱۲

ناسخین کی کوتاہی سے ہماری کتب دینیہ میں بعض ایسی تصحیفات وتحریفات درج ہوگئیں۔ کہ اُن سے بعض لوگوں کے عقاید ہی بالکل بدل گئے +

اور اوپر جو مذکور ہُوا کہ بعض اغلاط خود مصنفِ علام رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جاسکتی ہیں۔ اُن کی بعض صورتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مصنفؒ نے مثلاً ایک حدیث کے متعلق یہ کہا کہ یہ بخاری ؔمیں ہے مگر خود بخاری میں اس طریق سے وہ عبارت موجود ہی نہیں۔ حالانکہ وہ حدیث بخاری میں چار پانچ مقام پر آئی ہے۔ مثال کے طور پر یہ حدیث دیکھو۔ واللہِ ما ادری۔ واللہِ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم (مشکوٰۃ کتاب الخوف والبکاء) اب ماہر بخاری کو معلوم ہے۔ کہ یہ حدیث اس عبارت سے بخاری میں موجود نہیں۔ حالانکہ یہ حدیث پانچ بار بخاری میں مذکور ہے (اول مرتبہ کتاب الجنائز میں ہے)۔ مگر کہیں واللہ ما ادری دو بار نہیں ہے اور بعض جگہ ' ولا بکم' کی بجائے ' ولا بہٖ' ہے۔

۲۔ ایک تسامح یہ ہے۔ کہ بعض جگہ بجائے تمام عبارت کا سیاق وسباق دینے کے حدیث کا صرف مختصر سا ٹکڑا بیان کر دیتے ہیں۔ جس سے مطلب کی وضاحت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اوپر ہی کی حدیث ملاحظہ ہو اس میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس کے اخیر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حصہ حدیث مذکور ہے۔

۳۔ ایک تسامح یہ ہے۔ کہ اگر ایک حدیث دو چار بار اصل کتاب میں

لہ ہندوستان میں غالباً سب سے اول مولوی احمد حسن دہلویؒ اکابر علمائے حدیث میں سے ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ کی کہ مشکوٰۃ کی روایات وتخریجات کی تصحیح کی جاوے۔ چنانچہ انھوں نے ایک کتاب تنقیح الرواۃ فی احادیث المشکاۃ لکھنی شروع کی مگر افسوس کہ اس کی صرف دو جلدیں (یعنی نصف کتاب تک) مکمل کر سکے +

آئی ہے۔ تو یہ مصنف رح کچھ حصہ ایک جگہ سے اور کچھ دوسری جگہ سے لے کر ایک حدیث بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ بعض دفعہ ان کے ملا دینے سے بڑا سقم پیدا ہو جاتا ہے ؛

۴۔ بعض جگہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں کتاب والوں نے اسے روایت کیا ہے۔ حالانکہ وہ حدیث بالتمام ہر ایک کتاب میں بجنسہٖ موجود نہیں ہے۔ بلکہ کسی میں کم کسی میں زیادہ ہے۔ مثلاً باب المساجد فصل ثانی میں ہے۔ لعن[1] رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائراتِ القبور والمتّخِذِین علیھا المساجد والسُّرُج (رواہ ابو داوٗد والترمذی والنّسائی)۔ حالانکہ ابو داوٗد میں اس طرح نہیں ہے (دیکھو صفحہ ۱۰۵/۲ مجتبائی کتاب الجنائز)

۵۔ بعض جگہ ایک حدیث طویل عبارت سے ذکر کرتے ہیں اور اصل کتاب میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں اس قدر عبارت نہیں ہے بلکہ اس سے کم ہے۔ مثلاً مشکوۃ باب اخلاق النبی صلعم میں بحوالہ ترمذی حضرت عائشہ رض سے حضور صلعم کے متعلق مروی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ ویخیط ثوبہ ویعمل فی بیتہٖ کما یعمل احدکم فی بیتہ وقالت کان بشراً من البشر یفلی ثوبہ و یحلب شاتہ ویخدم نفسہ"۔ حالانکہ جامع ترمذی میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ شمائل ترمذی باب تواضع النبی صلعم میں ہے۔ مگر عبارت ذیل کے ساتھ "کان بشراً من البشر یَحْلِبُ شاتَہ ویَفْلِیْ ثَوبَہ و یَخدُمُ نفسہ" انتہی۔ اور شمائل میں جو امّ المومنین عائشہ رض کے اِس

---

[1] ترجمہ:۔ رسول اللہ صلعم نے لعنت فرمائی ہر ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو ان قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور اُن پر چراغ جلاتے ہیں ۱۲

حدیث کے بیان کرنے کا سبب مذکور ہے۔ وہ مشکوٰۃ میں نہیں ہے۔
مزید وضاحت کے لئے چند ایک اور اغلاط بھی ملاحظہ ہوں۔
۱۔ باب الوتر طبع جدید صفہ ۱۱۱ از عائشہؓ۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیئ الا فی اٰخرھا۔ متفق علیہ
ف' یوتر من ذلک' بخاری میں نہیں ہے +
۲۔ باب صلوٰۃ الخوف صفہ ۱۲۴۔ حدیث ذات الرقاع (مروی از جابرؓ) کو متفق علیہ کہا ہے۔ حالانکہ بخاری نے صرف تعلیقاً لکھا ہے۔ اور مسند بیان نہیں کیا۔ (اور متفق علیہ حدیث یہ ہے کہ ایک ہی صحابی سے مرفوع حدیث بخاری مسلم میں مذکور ہو)
۳۔ باب فضل الوضوء صفہ ۳۸ میں حدیث عثمانؓ کو بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں نہیں ہے +
۴۔ باب الانفاق فصل ثالث صفہ ۱۶۵۔ اوّل میں حدیث زینب کا لفظ ہے۔ اور حدیث کو بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں زینب کا لفظ نہیں +
۵۔ باب المباشرۃ فصل اوّل صفہ ۲۷۶۔ حدیث سعدؓ بن ابی وقاص ان رجلاً جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اعزل
ف: مسلم میں یہ حدیث سعدؓ سے نہیں۔ بلکہ اسامہ بن زید سے مروی ہے [1]۔
۶۔ باب تطہیر النجاسات فصل ثانی میں ابوالملیح کی جو روایت ہے

---

[1] ان پانچ مسامحات کے لئے میں مخلصی مولانا الحاج مولوی عبدالعزیز صاحب محدث وخطیب جامع مسجد گوجرانوالہ ادام اللہ حیاتہٗ کا مرہونِ منت ہوں +

اس میں ہے۔ انہ کرہ ثمن جلود السبّاع (بحوالہ ترمذی) حالانکہ ترمذی میں "نھی عن جلود السبّاع" ہے۔ اور دراصل صاحب مشکوۃ نے تو یہاں سفیدی چھوڑ دی تھی۔ بعد میں لوگوں نے ترمذی لکھ دیا ہے اور ان الفاظ سے وہ روایت کہیں موجود نہیں۔ جیسے کہ شارحین نے لکھ دیا ہے +

زیر بحث غلطی

اسی قسم کی اغلاط میں سے ایک وہ غلطی[1] ہے جس کی تصحیح اور اس کی مزید تشریح کے لئے یہ رسالہ لکھا جاتا ہے۔ گو وہ غلطی بظاہر دوسری قسم کی اغلاط کے مقابلے میں ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن نتیجہ کی رو سے وہ سنگین ہے۔ کیونکہ اس غلطی سے لوگوں کے عقائد اور اعمال پر بہت بڑا اثر پیدا ہوا۔ برخلاف اور قسم کی غلطیوں کے کہ اُن سے زیادہ تر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی۔ وہ غلطی اس عبارت میں ہے +

مشکوۃ باب المعجزات فصل ثالث صفہ ۵۴۴۔ عن عاصم بن کُلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ علی اللہ

---

[1] ان بیانات سے معاذاللہ اس کتاب یا مصنفؒ کی تنقیص یا عدم اعتبار مقصود نہیں۔ بلکہ یہ عرض کرنا منظور ہے کہ جبتک اصل کتب کی طرف رجوع کر کے ان اغلاط کی اصلاح نہ کرلی جاوے۔ ان پر عمل کرنا مناسب نہیں۔ اور ویسے بہ ہیئت مجموعی یہ کتاب مشکوۃ نہایت ہی عمدہ اور مبارک مجموعۂ حدیث ہے اور مصنف بھی مبارک بزرگ ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۱۲

علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل رأسہ۔ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ فجئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا فارسلت المرأۃ تقول یا رسول اللہ انی ارسلت الی نقیع وھو موضع یباع فیہ الغنم لیشتری لی شاۃ فلم توجد۔ فارسلت الی جارلی قد اشتری شاۃ ان یرسل بھا الی بثمنھا فلم یوجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت الی بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا ھذا الطعام الاسری رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوۃ۔

ترجمہ:۔ عاصم بن کُلیب اپنے باپ کلیب سے اور وہ ایک انصاری صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک آدمی کی نمازجنازہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے۔ میں نے حضور صلعم کو دیکھا کہ آپ اُس (مُردہ) کی قبر پر بیٹھے ہوئے گورکن کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ اس قبر کو مُردہ کے پاؤں کی جانب سے چوڑا کرو۔ اور کبھی یہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے سر کی طرف سے چوڑا کرو۔ اب جب آپ (میّت) کو دفن کرکے واپس تشریف لا رہے تھے۔ تو آپ کو اس (میّت) کی بیوی کا قاصد دعوتِ طعام دینے کے لئے ملا۔ آپ نے دعوت منظور فرمائی ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ کھانا لایا گیا۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ اور لوگوں نے بھی بڑھایا اور کھانے لگے۔ اس پر ہم نے حضور صلعم کو دیکھا کہ آپ لُقمہ کو منہ مبارک میں (بار بار) چباتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بکری (جو کھانے کے لئے تیار کی گئی تھی) بغیر اپنے مالک کی

اجازت کے لی گئی ہے۔ اس پر اس عورت نے کہلوا بھیجا کہ یا رسول اللہ۔ میں نے مقام نقیع میں جہاں بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ایک بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا تھا۔ مگر وہاں بکری نہ مل سکی۔ پھر میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس جس نے ایک بکری خریدی ہوئی تھی۔ آدمی بھیجا۔ کہ اپنی اصل قیمت پر وہ بکری مجھے دے دو۔ وہ بھی نہ ملا۔ پھر میں نے اُس شخص کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے مجھے وہ بکری بھیجدی۔ اس پر حضور صلعم نے فرمایا کہ یہ طعام قیدیوں کو کھلادو" اس حدیث کو ابو داؤدؒ نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے +

اب اس حدیث میں لفظ **امرأتہ** (یعنی اس مُردہ کی عورت) کے متعلق تحقیق پیش کرنی ہے۔ اور یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی بجائے **امرأۃ** (یعنی کوئی ایک عورت) ہے +

سو واضح ہو کہ اس حدیث کے اخیر میں جن دو کتب کا حوالہ مصنفِ مشکوۃ نے دیا ہے۔ وہ ابو داؤد، اور دلائل النبوۃ بیہقیؒ ہیں۔ اول الذکر کتاب مطبوع ہے۔ اور اس کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ اور دوسری کتاب اس وقت تک غیر مطبوع[1] ہے۔ اب ابو داؤد (کتاب البیوع۔ باب فی اجتناب الشبہات) میں جو دیکھا گیا تو اس میں بجائے امرأتہ کے امرأۃ[2]

---

[1] ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ مختصر دلائل النبوۃ بیہقی طبع ہو چکی ہے۔ مجھے اس وقت تک اس کے دیکھنے کا شرف نصیب نہیں ہوا۔

[2] خدا معلوم یہ غلطی مصنف مشکوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی کہ انہوں نے اصل کتاب **ابو داؤد** اور اسی طرح **دلائل بیہقیؒ** سے نقل کرتے وقت **امرأۃ** کی بجائے **امراتہ** لکھدیا یا بعد ازاں بعض ناسخین کتاب نے غلطی سے ایسا کیا۔ اور وہ غلطی آجتک اس کتاب مشکوۃ میں بسبب ہوتی چلی آئی اور اسکا بھی احتمال ہے (گو درجۂ ضعیف میں کیوں نہ ہو) کہ کسی نے قصداً ان رسوم کو جائز کرنیکے لئے ایسا کیا ہو +

ہے۔ یعنی ضمیرہ موجود نہیں۔ امام ابو داؤد (المتوفی ۲۷۵ھ) نے اپنی کتاب صفہ ۱۱۷ ج ۲ طبع مجتبائی ۱۳۴۶ھ میں یوں روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن العلاء انا ابن ادریس انا عاصم بن کُلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

ف :۔ آگے تمام حدیث ویسے ہے جیسے اوپر مشکوٰۃ کے حوالہ سے بیان ہو چکی ہے۔ البتہ مشکوٰۃ میں فنظرنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور متن ابو داؤد میں فنظر آباءنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناسخین کی غفلت سے مشکوٰۃ میں فنظر اور نا کے درمیان میں آباء رہ گیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اب سنئے تصحیح حدیث کے لئے ابو داؤد کی دو شرح[1] عربی کی طرف رجوع کیا۔ جو ہندوستان کے دو بڑے عالموں نے لکھی ہیں۔ ایک حضرات اہل حدیث کے عالم کبیر مولانا شمس الحق عظیم آبادی علیہ الرحمۃ جن کی شرح کا نام عون المعبود ہے۔ دوسرے ہمارے استاذ واستاذ الکل مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس اللہ سرہٗ۔ جن کی شرح بذل المجہود سے موسوم ہے +

[1] ابو داؤد کی ایک نہایت قدیم و مستند عربی شرح اب حلب میں طبع ہو رہی ہے اسکا نام معالم السنن مصنفہ امام خطابی المتوفی ۳۸۸ھ ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں اسکی اول دو جلدیں پہنچ چکی ہیں۔ جو کتاب الجنائز تک ہیں۔ باقی دو جلدیں بھی عنقریب ہندوستان میں پہنچنے کو ہیں۔ حدیث مذکور ابھی تک اول دو جلدوں میں نہیں آئی۔ خدا معلوم وہاں حدیث میں امرأتہ ہے یا امرأۃ۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

عون المعبود صفحہ ۲۴۹/۳ میں حدیث بالا کی شرح میں مذکور ہے
قولہ داعی امرأۃ کذا فی النسخ الحاضرۃ۔ وفی المشکوٰۃ داعی
امرأتہ بالاضافۃ الی الضمیر۔ قال القاریؒ۔ ای زوجۃ المتوفی"
بذل المجہود صفحہ ۲۳۹/۴ میں یوں ارشاد ہے"۔ استقبلہ
داعی امرأۃ ھکذا فی جمیع نسخ ابی داؤد الموجودۃ عندی
من المکتوبۃ والمطبوعۃ۔ وفی نسخۃ مشکوٰۃ المصابیح داعی
امرأتہ۔ فی شرح القاریؒ ای زوجۃ المتوفی اس کے بعد
فرمایا ہے کہ اس نسخہ مشکوٰۃ اور اس کی شرح قاریؒ کی رو سے اشکال
پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہمارے فقہاءؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل میت کی ضیافت
کھانا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی ضیافت خوشی میں مشروع ہے۔ نہ غمی
میں۔ پھر آگے اس اشکال کا جواب دیا ہے،
صاحب مشکوٰۃ نے جس دوسری کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ بیہقیؒ
کی دلائل النبوۃ ہے۔ اس کے بعد تردد تھا۔ کہ چونکہ اصل کتاب کا
قلمی نسخہ میسر نہیں آسکتا۔ اس لئے کسی دوسری کتاب میں اس کتاب
کا بجنسہٖ حوالہ اور اس کی عبارت مل جاتی تو اطمینان مزید ہو جاتا۔ سو
بتوفیقہ تعالیٰ خصائص کبریٰ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی طرف ذہن منتقل
ہُوا۔ کہ اس میں غالباً وہ روایت ہو گی۔ چنانچہ الحمد للہ صفحہ ۱۰۳/۲ میں ذیل
کی عبارت مل گئی۔ باب اِخبارہٖ صلی اللہ علیہ وسلم بالشاۃ التی اُخذت
بغیر حق۔ اخرج البیہقی[۱] عن رجل من الانصار قال دعت امرأۃ

---

[۱] ای فی دلائلہ کما یُعلم من موضوع کتاب الخصائص وعنوان باب
الحدیث۔ وقد اخرج البیہقی ھذا الحدیث فی سننہ الکبریٰ
کما سیأتی انشاء اللہ تعالیٰ۔

النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی طعام فلما وضع اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقمۃ فجعل یلوکھا فی فمہ۔ ثم قال اجد لحم شاۃ اخذت بغیر حق۔ فسئلت المرأۃ فذکرت ان جارتہا ارسلتہا بغیر اذن زوجہا۔[ل]

ف:۔ الحمد للہ کہ جن دو کتابوں سے صاحبِ مشکوٰۃؒ نے یہ حدیث لی تھی۔ وہاں امرأتہٖ کی بجائے امرأۃ نکلا۔

زاں بعد اور کتب حدیث کی طرف مراجعت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ کتب ذیل میں یہ حدیث پائی گئی +

(۱) **مشکل الآثار** امام (ابوجعفر) طحاوی حنفیؒ المتوفی ۳۲۱ھ صفحہ $\frac{۱۳۲}{۲}$

اس کتاب کی پوری عبارت مع عنوانِ باب و اسناد حسبِ ذیل ہے۔

بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بما یقضی بین المختلفین من الفقہاء فی الشاۃ المغصوبۃ اذا ذبحت و شویت ہل للمغصوب منہ ان یاخذہا وہی کذلک امرلا **حدثنا** فہد بن سلیمان قال ثنا عبد اللہ بن محمد النفیلی قال حدثنا زہیر بن معاویۃ قال ثنا عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن رجل قال احسبہ من الانصار انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فلقیہ رسول **امرأۃ من قریش** تدعوا الی الطعام فجلسنا مجلس الغلمان من ابائہم ففطن آباءنا للنبی صلے اللہ علیہ وسلم وفی یدہ کتف فقال ان ہذہ الشاۃ تخبرنی انہا اخذت

[ل] اس حدیث میں جنازہ کا ذکر ندارد۔ اور نہ اخیر میں اس حکمِ نبوی کا بیان کہ یہ طعام قیدیوں کو کھلادو"۔ غالباً سیوطیؒ نے حدیث کو مختصر کیا ہے ۱۲

بغیر حلّها۔ فقالت المرأۃ یا رسول اللّٰہ لم یزل یعجبنی ان تاکل فی بیتی وانی ارسلت الی النقیع فلم توجد فیہ شاۃ وکان اخی اشتری شاۃ بالامس وارسلها الی اهله بالثمن فقال اطعموها الاساری۔

اسی حدیث کے متعلق دوسرا اسناد یوں فرمایا ہے "حدثنا یوسف بن یزید قال ثنا حجاج بن ابراهیم قال ثنا ابو عوانة عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار ثم ذکر هذہ القصة بعینها فی کلام اکثر من هذا الکلام"+

(۲) کتاب المعتصر من[1] مختصر مشکل الآثار صفحہ ۱۲۶۔ اس میں امام طحاوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی یہ پہلی روایت بجنسہ موجود ہے+

(۳) معانی الآثار صفحہ ۳۲/۲ (کتاب الصید والذبائح) یہ مشہور و نادر تصنیف بھی اوپر کے امامِ مجتہد طحاویؒ کی ہے۔ اس کتاب میں وہ حدیث اُسی اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ جس اسناد کے ساتھ مشکل الآثار میں مروی ہے۔ یہاں بھی امرأۃ من قریش اور لم یزل یُعجبنی موجود ہے

---

[1] اس کتاب کے سرنامہ میں درج ہے کہ اس کا اختصار قاضی ابوالولید باجی مالکیؒ شارح مؤطا المتوفی ۴۷۴ھ نے کیا تھا۔ پھر اس اختصار کا اختصار بمع مزید شرح کے (بنام کتاب المعتصر من مختصر مشکل الآثار) ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ الحنفیؒ نے کیا۔ ف:۔ خاکسار کہتا ہے کہ میری تحقیق کی رُو سے مشکل الآثار کے اختصار کرنیوالے درحقیقت قاضی ابوالولید باجیؒ نہیں ہیں بلکہ انکے ہمعصر قاضی ابن رشد مالکیؒ المتوفی ۵۲۰ھ ہیں۔ جن کی کنیت بھی ابوالولید ہے (کنیت کی موافقت سے لوگوں کو دھوکا ہُوا)۔ قاضی ابن رُشدؒ ہی نے مشکل الآثار کا اختصار کیا تھا۔ دیکھو کتاب الصلہ ابن بشکوال صفحہ ۵۱۸/۲ طبع یورپ۔

۴۔ سنن دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ باب الصید والذبائح الخ صفحہ ۵۲۵

اس میں یہ حدیث ان مختلف اسانید سے مروی ہے:۔

(ا) حدثنا احمد بن عبد اللہ بن محمد الوکیل نا حمید بن الربیع نا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فانتھینا الی القبر قال فرأیتہ یوصی الحافر۔ قال اوسع من قبل رأسہ، اوسع من قبل رجلیہ۔ فلما انصرف تلقاہ داعی امرأۃ من قریش فقال ان فلانۃ تدعوک و اصحابک قال فاتاھا فلما جلس القوم أتی بالطعام فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ و وضع القوم۔ فبینا ھو یأکل اذ کف یدہ۔ قال وقد کنا جلسنا مجالس الغلمان من آبائھم قال فنظر آباءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یلوک اُکلتہ۔ فجعل الرجل یضرب ید ابنہ حتی یُری العرق من یدہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا قال فارسلت المرأۃ یا رسول اللہ انی کنت ارسلت الی النقیع اطلب شاۃ فلم اُصب فبلغنی ان جاراً لی اشتری شاۃ فارسلت الیہ فنھی فلم نقدر علیہ فبعثت بھا امرأتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموھا الاساری۔

(ب):۔ حدثنا الحسین بن اسمٰعیل المحاملی و حدثنا احمد بن الحسین بن الجنید قالا حدثنا یوسف بن موسیٰ نا جریر عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن رجل من مُزینۃ قال صنعت امرأۃ من المُسلمین من قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

طعاماً فدعته واصحابه قال فذهب بی ابی معه قال فجلسنا
بین ایدی آباءنا فی مجالس الابناء من آباءهم۔ قال فلم یاکلوا
حتی رأوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اکل۔ فلما اخذ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقمۃ رمی بہا ثم قال انی لاجد
طعم لحم شاۃ ذبحت بغیر اذن صاحبتہا۔ فقال یارسول
اللہ اخی وانا من اعز الناس علیہ ولو کان خیراً منہا لم یغیّر[1]
علیّ۔ وعلیّ ان ارضیہ بافضل منہا فابی ان یاکل منہا وامر
باطعام الاساری۔

(۴) حدثنا علی بن محمد بن عبید نا ابن ابی خیثمۃ نا
موسیٰ بن اسمعیل نا عبد الواحد بن زیاد عن عاصم بن
کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال حدثنی رجل من
الانصار قال خرجت مع ابی وانا غلام مع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ثم ذکر نحوہ وقال فیہ قالت فبعثتُ
الی اخی عامر بن ابی وقاص وقد اشتری شاۃ من النقیع
فلم یکن اخی ثمّ فدفع اهله الشاۃ الیّ +

(۵) مسند امام احمدؒ المتوفی ۲۴۱ھ، صفحہ ۲۹۳/۵ ۔ حدثنا
عبد اللہ حدثنی ابی ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا ابو اسحق عن
زائدۃ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان رجلاً من الانصار
اخبرہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ
فلما رجعنا لقینا داعی امرأۃ من قریش فقال یا رسول اللہ
ان فلانۃ تدعوک ومن معک الی طعام فانصرف فانصرفنا

[1] لعلہ "لم یغر" من الغیرۃ فهو سهوٌ من الناسخ۔

معہ فجلسنا مجالس الغلمان من آباءهم بين ايديهم ثمّ جیٔ بالطعام فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يده ووضع القوم ايديهم ففطن له القوم وهو يلوك لقمة لا يُجيزها فرفعوا ايديهم وغفلوا عنّا ثم ذكروا فاخذوا بايدينا فجعل الرجل يضرب اللقمة بيده حتى تسقط ثم امسكوا بايدينا ينظرون ما يصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلفظها فالقاها فقال اجِدُ[ع] لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها۔ فقامت المرأة فقالت يا رسول الله انّه كان فى نفسى ان اجمعك و من معك على طعام فارسلت الى البقيع فلم اجد شاة تباع وكان عامر بن ابى وقاص ابتاع شاة امس من البقيع فارسلت اليه ان ابتُغى لى شاة فى البقيع فلم توجد فذكر لى انك اشتريت شاة فارسل بها الىّ۔ فلم يجده الرسول ووجد اهله فدفعوها الى رسولى فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموها الاسارى[1]

واضح ہو کہ مسند احمدؒ صفحہ ۲۰۸ میں بھی اس حدیث کا اول ٹکڑا مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ انصاری کا تھا۔ حدثنا عبد الله حدثنى ابى وحدى ثنا محمد بن فضيل عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار

ع مطبوعہ نسخہ میں اخذ لہ ہے جس میں یقیناً طباعت کی غلطی ہے۔

[1] مسند احمدؒ کی یہ روایت سب سے زیادہ مفصل اور واضح ہے ف ہ اس حدیث کی روایت بالمعنی جو مختلف رجال سے مذکور ہے۔ اس سے کسقدر فن حدیث کا کمال معلوم ہوتا ہے اللّٰھم اجعلنا ممن هدى هذا الفن الشريف

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار وانا غلام مع ابی فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حفیرۃ القبر فجعل یوصی الحافر ویقول اوسع من قبل الرأس واوسع من قبل الرجلین، لرب عذق لہ فی الجنۃ

نتیجۂ نقلِ روایاتِ بالا

راویاتِ بالا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ امرأتہ غلط ہے اور صحیح امرأۃ ہے۔ پس اہل میت کی ضیافت کو جائز کہنے والوں کا خیال غیر صحیح نکلا۔

۲۔ ابو داؤد اور اسی طرح دلائل بیہقی کی روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ کسی (غیر معین) عورت کا قاصد آنحضرت صلعم کے پاس دعوتِ طعام دینے کے لئے پہنچا۔ پس کسی کی وفات کے دن اگر اہل میت کے سوا کوئی دوسرا آدمی کسی کی ضیافت کرے۔ تو اس میں کیا حرج ہے؟

۳۔ مشکل الآثار۔ اس کے اختصار المعتصر۔ معانی الآثار۔ دارقطنی اور مسند احمد کی روایات میں مزید وضاحت ہے (اور اصولاً ثقہ کی زیادتی معتبر ہے) کہ جنازہ انصاری کا تھا۔ اور دعوت کرنے والی کوئی قریش عورت تھی۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں لیکن گذشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھائی (حقیقی یا برادری کا) عامر بن ابی وقاص تھا۔ اور وہ یقیناً قریش میں سے ہے۔ کیونکہ یہ حضرات عشرہ مبشرہؓ میں سے مشہور صحابی سعد بنؓ ابی وقاص کا حقیقی بھائی ہے خلاصہ یہ نکلا کہ فوت ہونے والا اور آدمی ہے۔ اور دعوت کرنے والی اور عورت ہے۔ جو اہل میت میں سے نہیں ہے۔

(۴) مشکل الآثار و معانی الآثار کے الفاظ "لم یزل یعجبنی" اور مسند احمدؒ کی روایت "انہ کان فی نفسی" سے ظاہر ہوا۔ کہ اس عورت کی دیر سے تمنا تھی۔ کہ آنحضرت صلعم کی ضیاوت کرے۔ اتفاق سے اُس دن اس کو یہ موقعہ نصیب ہوا۔ یہ امور صاف بتلا رہے ہیں کہ اہلِ میت کی طرف سے دعوتِ طعام نہیں دی گئی[1]۔

فائدہ:- میں کہتا ہوں کہ اگر بفرض محال و بر سبیل تنزل ان تمام صحیح سے صحیح روایات کا انکار کیا جاوے۔ اور امرأتہ والی روایت ہی کو صحیح قرار دیا جاوے۔ تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ شاید اس قصہ کا وقوع نہی سے پہلے کا ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ اس میں آپ کی کوئی خصوصیت ہو۔ جیسے کئی ایک احکام میں ہے اس کی تائید میں علامہ شامی حنفیؒ کا جواب آگے مذکور ہوگا۔ مگر اس صورت میں بھی یہ صاف ماننا پڑیگا کہ یہ طعام اُس میت کے ایصالِ ثواب کے لئے نہیں تھا۔ کیونکہ ایصالِ ثواب کا طعام بطور صدقہ کے ہے۔ اور صدقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر حرام تھا۔ پھر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ابھی آگے حضرت جریر بن عبد اللہؓ کی حدیث سے ایسے طعام کا ممنوع ہونا ظاہر ہوگا۔ اور قاعدہ یہ ہے۔ کہ جس مسئلہ پر دلیل تحریم و تحلیل ہر دو موجود ہوں تو عند الحنفیہ دلیلِ تحریم کو ترجیح ہوگی۔

---

[1] معانی الآثار مشکل الآثار کے مصنف امام محدث کبیر حنفی ہیں اسی طرح المعتصر کے مصنف بھی حنفی بزرگ ہیں پس ہمارے حنفی بھائیوں میں اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ صاحب ہمیں تو کسی حنفی محدث کی کتاب سے صحیح الفاظ کی روایت دکھلاؤ۔

فوائدِ عالیہ حدیثیہ

ا۔ معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ تمام طرق کے لحاظ سے اس حدیث کا مدار عاصم بن کُلیب جرمی کوفی المتوفی ۱۳۷ھ پر ہے۔ جو سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عُیینہؒ بلکہ ہمارے سردار امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں (جیسے کہ بعد ازاں مذکور بھی ہوگا)۔ اور بڑے عابد اور ثقہ آدمی ہیں۔ ان کے والد کُلیبؒ تابعی ہیں اور بہت بڑے بزرگ آدمی ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ حسب روایات مذکورہ بالا عاصم بن کلیبؒ سے روایت کرنے والے یہ بزرگ ہیں۔ ابن ادریس۔ زہیر بن معاویہ۔ ابو عوانہ۔ جریر (غیر صحابی)۔ عبد الواحد بن زیاد۔ زائدہ۔ محمد بن فضیل۔ ان سب کے تراجم کتب رجال مثل تہذیب التہذیب ابن حجرؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) وغیرہ میں ہیں +

۲۔ عاصم بن کلیب کی یہ حدیث اسناد کی رو سے صحیح ہے۔ جیسے کہ تلخیص الحبیر ابن حجرؒ صفحہ ۱۶۳ میں (تحت حدیث احفروا واوسعوا) ہے کہ "اسنادہ صحیح"۔ نیز فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۵۲۱/۹ طبع جدید (کتاب الذبائح و باب ذبیحۃ الأمۃ والمرأۃ) میں ہے کہ "بسند قوی"۔ نیز کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ ۴۰۹ طبع استنبول میں بھی "بسند صحیح" موجود ہے۔

واضح ہو کہ ہر دو شروح عون المعبود و بذل المجہود میں اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا گیا۔ ہاں عون المعبود میں اتنا مذکور ہے۔

والحدیث سکت عنہ المنذری۔ یعنی امام مُنذری (المتوفی ۶۵۶ھ) نے مختصر سنن ابو داؤد میں اس حدیث کے متعلق سکوت فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو ضعیف وغیرہ نہیں کہا۔ اور یہی عبارت صاحب عون المعبود نے حاشیہ سنن دارقطنی صفحہ ۵۲۵

میں درج کی ہے۔ ف :۔ خاکسار کہتا ہے کہ خود امام ابو داؤدؒ کا ساکت رہنا اور اس حدیث کے متعلق کچھ نہ فرمانا بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حدیث ہر علت سے پاک ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ فقہیہ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشتبہ و مشکوک مال کا مضطر لوگوں پر صدقہ کرنا واجب ہے اور یہی مسئلہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے نکالا ہے اور مشکل الآثار طحاویؒ، کتاب الآثار امام محمدؒ اور سنن دار قطنیؒ میں یہ امر امام صاحبؓ سے منقول شدہ ہے۔

تنبیہات

(۱) معلوم رہے کہ امامنا **الامام الاعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چودہ مسانید ہیں۔ جن میں امامؒ کے تلامذہ وغیرہ نے امامؒ کے اسناد سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں خود ہمارے امام صاحب نے **عاصم بن کلیب** والی روایت کو بیان کیا ہے۔ بدیں طریق کہ حضرت امامؒ خود عاصم بن کلیب سے اور وہ اپنے باپ کلیب سے اور وہ "عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (یعنی کسی صحابی سے) بیان کرتے ہیں اس میں باقی قصہ تو ابو داؤد کی روایت جیسا ہے۔ مگر دعوتِ طعام کرنے والا بجائے عورت کے مرد ہے۔ لفظ یہ ہیں قال صنع رجل" من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما" للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعاہ فقام الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتبعنا معہ فلما وُضع الطعام۔ الخ۔ دیکھو جامعؔ مسانید الامام الاعظمؒ از خطیب خوازرمیؒ المتوفی ۶۶۵ھ صفحہ $\frac{69}{2}$ بحوالہ تخریج حافظ ابو بکر احمد بن الکلاعیؒ مسنداً الی ابی

لہ نوٹ صفحہ ۲۳ پر نیچے ملاحظہ فرمائیے +

حنیفہ رضؓ،

نیز یہ روایت حضرت امام صاحبؒ سے بطریق دیگر مروی ہے یعنی امام صاحب عاصم بن کلیبؒ سے وہ (بجائے اپنے باپ کے[1]) ابو بردہؓ سے اور وہ اپنے باپ ابوموسیٰ اشعریؓ سے بیان کرتے ہیں۔ اس میں باقی قصہ تو ابوداؤد کی روایت بالا کی مانند ہے۔ مگر دعوت کرنے والا ایک شخص نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی قوم کے کئی لوگ ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔

انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زار قوماً من الانصار فی دارھم فذبحوا لہ شاۃً فصنعوا لہ طعاماً فاخذ من اللحم شیئاً الخ۔ دیکھو جامع المسانید مذکور بالا صفحہ ۱۶۵ (بحوالہ تخریجات اصحاب المسانید ابو محمد بخاریؒ حارثی جنہوں نے اس حدیث کو تیرہ مختلف طرق سے بیان کیا ہے۔ حافظ طلحہؒ بن محمدؒ۔ حافظ ابن مظفرؒ۔ ابن خسروؒ بلخی

[1] عاصمؒ بن کلیب کا سماع اپنے باپ کلیبؒ سے بھی ہے اور حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ابو بُردہ سے بھی۔ دیکھو تہذیب التہذیب ۱۲

[1] (متعلقہ صفحہ ۲۲) امام صاحبؓ کے تمام مسانید کو علامہ خطیب خوارزمیؒ نے فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کر دیا ہے۔ بعض محدثین حنفیہ مثل حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ وغیرہ نے ان تمام مرویات کی تخریج کتب صحاح ستہ وغیرہ سے کردی تھی۔ اخیر میں علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ (صاحب تاج العروس شرح قاموس و شرح احیاء غزالی) نے اپنی نادر کتاب عقود الجواہر المنیفہ میں ان مسانید کی اُن تمام روایات کو جمع کر دیا ہے جنکو ائمہ حدیث بخاریؒ مسلمؒ وغیرہما نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ اور اُن سے موافق ہیں۔ خاکسار حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں ایک کتاب تیار کر رہا ہے۔ اس میں امام صاحبؓ کا درجۂ حدیث اور جن لوگوں نے حضرت امام صاحبؓ پر قلتِ روایۃ کی وجہ سے حملے کئے ہیں۔ ان کا جواب ہے۔ واللہ ولی التوفیق ۱۲۔

قاضی عشرؒ اشنانی۔ قاضی ابوبکرؒ بن عبدالباقی۔ امام محمدؒ در کتاب الاثارؒ[1]۔

امام صاحب کی ان روایات سے واضح ہوگیا ہوگا کہ ان میں جنازہ کا قصہ نہیں ہے۔ پس ان روایات سے اہل میت کے گھر جمع ہوکر ضیافت کھانے کا جھگڑا ابھی نہیں اٹھیگا۔

ف:۔ علامہ محقق زبیدی حنفیؒ **عقود الجواہر المنیفہ باب الغصب** صفحہ ۶۲ – ۶۴ / ۲ میں یہ تمام حوالے دے کر فرماتے ہیں کہ امام طبرانیؒ نے بھی اپنی دونوں معجم (صغیر وکبیر) میں امام اعظم رضؓ کے اسناد سے یہ روایت بیان کی ہے۔ پھر علامہؒ نے کہا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت امام صاحبؓ پر کچھ تنقید کی ہے۔ لفظ یہ ہیں قال الحافظ[2] "وھذا معلول" فان محمد بن الحسن رواہ عن ابی حنیفة بخلاف ذلك وھو المحفوظ من روایة غیرہ عن عاصم۔ واخرجه ابو داؤد واحمد من طریق ابن ادریس وزائدۃ عن عاصم کروایة محمد بن الحسن بلفظ خرجنا فی جنازۃ فلما رجع النبی صلی الله علیه وسلم استقبله داعی امرأته وجیء بالطعام الخ"۔ آگے وہ سب عبارتِ حدیث بیان کی ہے جو پہلے بیان ہوچکی ہے اس کے بعد عاصمؒ اور ان کے باپ کلیبؒ کا صدوق و ثقہ ہونا بیان

---

[1] کتاب الآثار مطبوع ہے۔ اس میں یہ روایت موجود ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۲۵ طبع لاہور۔ اور ابھی آگے جو حافظ ابن حجرؒ امام محمدؒ بن الحسنؒ کا حوالہ دیں گے۔ اس سے اسی کتاب الآثار کی روایت مقصود ہے۔

[2] حافظ ابن حجرؒ کا یہ حوالہ غالباً فتح الباری میں ہوگا۔ میں نے اسے تلاش کیا۔ مگر مجھے اس وقت تک نہیں ملا۔ اگر کسی صاحب کو مل جاوے۔ تو وہ صفحہ جلد وغیرہ یہاں لکھ لے۔

کیا ہے۔ پھر علامہ زبیدیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ امام بیہقیؒ نے بھی سنن[1] میں اس حدیث پر باب "لا یملک احدٌ بالجنایۃ شیئاً" باندھا ہے۔ اور اس کے بعد بیہقیؒ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

احقر کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ امام الحفاظ، حافظ ابن حجرؒ کی روایت میں بھی امرأۃ ہی نکلا۔ اور وہ تمام تر تحقیق سابق اس سے زیادہ موکد ہوگئی +

تنبیہ (۲) خصائص کبری سیوطیؒ صفہ ۱۰۳/۲ میں حوالہ روایت امام بیہقیؒ اوپر دیا جاچکا ہے۔ اسی باب (اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشاۃ التی اُخذت بغیر حق) میں دوسری روایت یہ بھی لکھی ہے +

واخرج النسائی والحاکم وصححہ عن جابر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ مرّوا بامرأۃ فذبحت لھم شاۃ واتخذت لھم طعاماً۔ فلمّا رجعوا قالت یارسول اللہ انّا اتخذ نا لکم طعاماً فادخلوا فکلوا۔ فدخل ھو واصحابہ فاخذ لقمۃً فلم یستطع ان یسیغھا فقال ھذہ شاۃ ذبحت بغیر اذن اھلھا۔ فقالت المرأۃ یا نبی اللہ انا لا نحتشم من آل معاذ ولا یحتشمون منّا ان ناخذ منھم ویاخذون منّا۔

فوائد (۱) غالباً اس دعوت طعام کو قبول کرنے اور اس میں آپؐ کا معجزہ ظاہر ہونے کا یہ کوئی اور واقعہ ہے۔ کیونکہ اس میں کسی جنازہ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ اخیر میں قیدیوں کے کھلا دینے کا ارشاد ہے۔ یہ

---

[1] سنن کبریٰ بیہقیؒ اب دکن میں طبع ہو رہی ہے۔ چار جلدیں نکل آئی ہیں مگر ابھی تک یہ باب اُن میں نہیں آیا +

حضرات کسی کام کو تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر یہ ضیافت کھائی۔ پھر[۳] جن سے بکری لی گئی ہے۔ وہ یہاں آلِ معاذ ہیں۔ جو انصاری ہیں۔ اور دارقطنی وغیرہ کی روایت میں وہ جانور قریشی (عامر بن ابی وقاص رض) کا تھا پھر[۴] یہاں راوی صحابی بھی متعین ہے یعنی جابر رضی اللہ عنہ۔

(۲) مستدرک حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) میں مع تصحیح کے یہ روایت موجود ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۳۴/۴)۔ اِسناد یہ ہے۔ اخبرنا ابو عون محمد بن احمد بن ماھان الخزاز بمکۃ علی الصفا ثنا علی بن عبد العزیز ثنا حجاج بن منھال ثنا حماد بن سلمۃ عن حمید عن ابی المتوکل عن جابر۔

حاکمؒ نے تمام حدیثِ بالا بیان کر کے اخیر میں لکھا ہے۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ امام ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے اس کی تلخیص میں "علی شرط مسلم" ہونے میں حاکمؒ سے موافقت کی ہے۔ مگر صحیح نہیں لکھا۔ جیسے بعض اور احادیث پر لکھتے ہیں +

(۳) اس حدیث میں جو امام نسائیؒ (المتوفی ۳۰۳ھ) کی تخریج کا ذکر کیا ہے۔ تو وہ موجودہ سنن نسائی میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ غالباً یہ سنن کبیرہ میں ہو گی۔ جو غیر مطبوع ہے۔ بلکہ اس کے نسخے بھی قریباً دنیا سے معدوم ہیں۔ موجودہ سننِ نسائی سنن صُغریٰ ہے۔ جو سنن کبریٰ کی تلخیص ہے +

اب بتوفیقہ تعالیٰ وہ روایات بیان کی جاتی ہیں۔ جن سے ضیافت اہل بیت سے ممانعت ثابت ہوتی ہے +

روایاتِ ممانعت از ضیافتِ اہلِ میّت

۱۔ سنن ابن ماجہ (المتوفی ۲۷۳ھ) کتاب الجنائز (باب ما جاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیّت و صنعۃ الطعام) صفحہ ۱۱۷ مطبع فاروقی۔ حدثنا محمد بن یحیی ثنا سعید بن منصور ثنا ھشیم ح و حدثنا شجاع بن مخلد ابو الفضل ثنا ھشیم عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن **جریر بن عبد اللہ** کنّا نری الاجتماع الی اھل المیت و صنعۃ الطعام من النیاحۃ۔

ترجمہ ظاہر ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلیؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سب کی یہ رائے تھی۔ کہ اہل میت کے پاس جمع ہونا اور کھانے تیار کرنا نوحہ کی رسم ہے۔

ف :۔ نوحہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی رسم فرمایا ہے چنانچہ اسی سنن ابن ماجہ (اور اُسی کتاب الجنائز) میں ابو مالک اشعریؓ سے مرفوعًا مروی ہے کہ اَلنّیاحۃُ من امر الجاھلیۃ۔ نیز نوحہ کی رسم ہونے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا گناہ نوحہ کے گناہ کے برابر ہے دیکھو انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ از شیخ عبد الغنی دہلوی مدنیؒ۔

واضح ہو کہ یہی حدیث **مسند احمد** میں بھی انہی جریر صحابی سے روایت

لہ افسوس باوجود تلاش کرنے کے مجھے یہ روایت مسند احمد میں تحت احادیث مرویہ از جریرؓ صفحہ ۳۵۷–۳۶۶ ج ۴ (جہاں جریرؓ کی ایک سو آٹھ حدیثیں مذکور ہیں)۔ نہیں مل سکی جس صاحب کو مل جاوے۔ وہ یہاں صفحہ و جلد درج کرلے۔

کی گئی ہے۔ جیسے کہ امام ابن ہمام حنفیؒ المتوفی سنہ ۸۶۱ھ نے فتح القدیر صفحہ ۴۷۳/۱ طبع مصر کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی سند کو صحیح فرمایا ہے۔ پوری عبارت آگے آتی ہے۔ اور اسی فتح القدیر کا حوالہ کبیری شرح منیۃ المصلی۔ مرقات شرح مشکوۃ علی قاریؒ و شامی حاشیہ درمختار میں بھی موجود ہے۔ صفحات وغیرہ کا حوالہ آگے آتا ہے۔

نیز سنن ابن ماجہ کے حاشیہ سندھی حنفیؒ ابوالحسن المتوفی سنہ ۱۱۳۹ھ میں حدیث مذکور کے تحت میں مندرج ہے۔ وفی الزوائد[۲] اسنادہ صحیح۔ رجال الطریق الاول علی شرط البخاری والثانی علی شرط مسلم"

اسی محقق سندھیؒ کے حاشیہ کے باقی متبرک الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔

قولہ نری هذا بمنزلة روایة الاجماع للصحابة رضی اللہ عنهم او تقریر النبی صلی اللہ علیه وسلم وعلی الثانی فحکمه الرفع وعلی تقدیرین فهو حجة۔ وصنعة ای الاهل، وافراد الضمیر لافراد لفظ الاهل۔ وبالجملة فهذا عکس الوارد اذ الوارد ان یصنع الناس الطعام لاهل المیت فاجتماع الناس فی بیتهم حتی یتکلفوا لاجلهم الطعام قلبٌ لذلک۔ وقد ذکر کثیر من الفقهاء ان الضیافة لاهل المیت قلب للمعقول لان الضیافة حقًا ان تکون للسرور ولا للحزن۔

یعنی صحابہؓ کا یہ کہنا کہ ہم رب کی یہ رائے تھی "بمنزلۃ اجماع صحابہؓ

---

[۱] الحمد للہ کہ حدیث جریرؓ کو صحیح کہنے والے رب حنفی بزرگ ہیں لہذا ہم حنفیوں میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ممکن ہے کہ یہ روایت ضعیف یا موضوع ہو۔

[۲] یہاں زوائد سے مراد کتاب مجمع الزوائد مصنفہ امام محدث ہیثمیؒ المتوفی سنہ ۸۰۷ھ استاد حافظ ابن حجرؒ ہے بحمدہ تعالیٰ یہ کتاب بتمام مصر میں طبع ہوئی ہے۔ پہلے ہندوستان میں اسکا اول حصہ طبع ہوا تھا۔ ۱۲

کے ہے۔ یا یہ کہا جاوے۔ کہ حضور صلعم کا تقریری فعل ہے (کہ لوگوں نے آپ کے سامنے کام کئے۔ اور آپ خاموش رہے) اور اس دوسری شق پر یہ حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگی۔ پس دونوں صورتوں میں یہ حدیث حجت ہے"۔ پھر کہا ہے۔ کہ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جمع ہوکر کھانے کھانا عکس وارد ہے۔ یعنی جس چیز کا حکم وارد ہے وہ یہ ہے۔ کہ لوگ (یعنی اقرباء) اہل میت کو کھانا کھلائیں۔ پس لوگوں کا ان اہل میت کے گھر میں جمع ہونا تاکہ وہ ان جمع ہونے والوں کے لئے کھانا پکانے کی مصیبت برداشت کریں یہ اس حقیقت کا بدلانا ہے اور اکثر فقہاء[۲] نے ذکر کیا ہے۔ کہ اہل میت کی طرف سے ضیافت کا ہونا قلب معقول ہے۔ کیونکہ ضیافت کا حق تو خوشی کے موقع پر ہوتا ہے نہ کہ غمی کے وقت"۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ کتاب الجنائز طبع ملتان صفحہ ۱۰۱

[۱] سنت یہی ہے۔ کہ اہل میت کو کھانا کھلایا جاوے۔ خود حدیث ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ آیا ہے کہ جب حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب کی موت کی خبر پہنچی۔ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ مصیبت میں ہیں۔ اسی طرح بخاری کتاب الاطعمہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ جب ان کے اعزہ واقرباء میں کوئی انتقال کرجاتا۔ اور تعزیت کے لئے عورتیں جمع ہوئیں تو ان عورتوں کے منتشر ہونیکے بعد حضرت بی بی صاحبہؓ ان اعزہ کے پاس تلبینہ کی (جو عرب کی ایک خاص خوراک ہے۔ اور غم وہم کے وقت تقویت قلب کے لئے بہت مفید ہے) ہانڈی تیار کرکے بھیجتیں۔ ف: آگے ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہوگا کہ یہ سنت بھی بعد ازاں رسمی طور پر منائی جانے لگی۔

[۲] فقہاءؒ کی عبارتوں کے حوالے انشاءاللہ عنقریب آئیں گے ۱۲ م

باب ما قالوا فی الاطعام علی المیّت و النیاحۃ۔ حدثنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحۃ قال قدم جریر رض علی عمر رض فقال ھل ینا ح قبلکم علی المیت قال لا قال ھل تجتمع النساء عندکم علی المیت و یطعم الطعام قال نعم قال تلک النیاحۃ (یعنی حضرت جریرؓ حضرت عمر فاروق کے پاس کہیں باہر سے آئے۔ عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ہاں نوحہ ہوتا ہے۔ کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تمہارے ہاں عورتیں اہل میت کے ہاں جمع ہوتی ہیں۔ اور کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا کہ یہ نوحہ ہے" (یعنی کفر کی رسم ہے اور نوحہ جتنا گناہ ہوگا)

اسی باب کی دوسری روایت یہ ہے۔ حدثنا وکیع بن الجرّاح عن سفیان عن ھلال بن خباب عن ابی البختری قال الطعام علی المیّت من امر الجاھلیۃ و النوح من امر الجاھلیۃ

نتیجہ۔ ابن[ؔ] ابی شیبہ کی روایت اولی سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

ؔ یہ امام ابن ابی شیبہؒ بخاریؒ مسلم۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ کے استاذ ہیں اور ہمارے امام سیدنا ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ (ویسے اوپر کے دو حوالوں سے بھی معلوم ہو جائیگا۔ کیونکہ ابن ابی شیبہؒ حضرت وکیع بن جراحؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت امام صاحب رضؓ کے شاگرد ہیں)۔ واضح ہو۔ کہ اس متبرک کتاب کو جس میں حنفیہ کرامؒ کی تائید میں بیشمار آثار صحابہؓ و تابعینؒ ہیں۔ جناب مولٰنا عبد التواب صاحب محدث ملتانی جزو جزو کر کے طبع کرا رہے ہیں۔ پچھلے دنوں احقر کی ناچیز سعی سے اس کتاب کی تین جلدیں لکھنؤ سے منگوائی گئیں۔ اور مقابلہ کے لئے حضرت مولٰنا ممدوح کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ تقبّل اللّٰہ منّی و منہ ھذا الخدمۃ المحقّرۃ للسنن النبویۃ علی صاحبھا الصلٰوۃ والتحیۃ +

حضرت امیر المومنین عمرؓ فاروق کی خلافتِ مبارکہ میں بعض لوگ یہ رسم کرنے لگے تھے۔ مگر آپ نے صاف منع فرمایا۔ غالباً بعض غیر صحابہؓ یہ کام کرنے لگے ہوں گے۔ ورنہ یہی حضرت جریرؓ (سنن ابن ماجہ و مسند احمد میں) فرما چکے ہیں۔ کہ ہم صحابہؓ اس اجتماع بر اہل میت اور ان کی ضیافت کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ یا ممکن ہے۔ کہ بعض کمزور مسلمان ایسا کرنے لگے ہوں گے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی اس شدتِ ممانعت اور باقی صحابہؓ کے اجماع سے یہ امر موقوف ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

فوائد متعلقہ حدیث جریرؓ

(۱) جس طرح سنن ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں طعام اہل میت کے ممنوع و مکروہ ہونے پر باب باندھے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض اور محدثین نے بھی باندھے ہیں۔ چنانچہ صاحب منتقی الاخبار المتوفی ۶۵۲ھ نے (جس کے حوالے مشکوۃ شریف میں بھی آتے ہیں۔ مثلاً دیکھو باب المسح علی الخفین فصل ثانی) احکام الجنائز صفہ ۱۲۲ میں یہ باب باندھا ہے۔ باب صنع الطعام لاھل المیت وکراھتہ منھم للناس (یعنی یہ باب ہے جس میں اس بات کی ترغیب ہے کہ اہل میت کے پاس کھانا بھیجا جائے۔ مگر اہلِ میت کا لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے) مصنفؒ نے اس کے تحت میں اول حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی حدیث بحوالہ ابو داؤد۔ ترمذی وغیرہ بیان کی ہے جس کا ذکر ابھی میں نے حاشیہ میں کیا ہے۔ پھرؒ حضرت جریرؓ بن عبد اللہ بجلی والی حدیث بحوالہ مسند احمد بیان کی[۱] ہے۔ پھرؒ ابو داؤد وغیرہ

---

[۱]۔ صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں*

کے حوالہ سے حضرت انسؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ کہ لاعَقْرَ فی الاسلام یعنی اسلام میں مُردہ کی قبر کے پاس جانور ذبح کرنا جائز نہیں

ف:۔ اس حدیث کا مطلب آگے زیلعی شرح کنز میں آتا ہے۔ مگر اس کی شرح میں خود ابو داؤد نے نقل کیا ہے۔ کہ کفار قبروں کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ اور اس کی شرح (معالم السنن صفحہ ۳۵۱) میں امام خطابیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ سخی آدمی کے مرنے پر کفار اس کی سخاوت کو مشہور کرنے کے لئے اُس کی قبر کے پاس جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے[۱]۔ اور اسکی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ میّت کی رُوح بھی (جسے وہ صُدیٰ کہتے تھے) اس طعام کو کھاتی ہے[۲]۔

(ب) ابن ابی شیبہ کی جو روایت حضرت جریرؓ کے قِصّہ کے متعلق ہے

[۱] بعض جاہل مسلمان اس وقت تک قبور صالحین کے پاس بہ نیت تقرب، جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔ نیز آج کل بعض جگہ جاہل لوگ، دفن کرنے کے بعد قبرستان کے متصل کھانا جو میّت کے ساتھ پکا کر لے جاتے ہیں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ وہ طعام تو گورکن وغیرہ مزدوروں کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نہیں۔ اس طعام پر تو فاتحہ وغیرہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ اور بعض غیر مستحق لوگوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ اور مزدوری کے صلے میں طعام پر فاتحہ و ایصال ثواب کا کیا تعلق؟

[۲] آج کل بھی اکثر جُہلاء کا عقیدہ ہے کہ میّت کی روح بھی ہر اس طعام کو جو اس کے لئے پکایا جاوے۔ بعینہٖ کھاتی ہے۔ اس لئے بالعموم ان کھانوں کو تیار کرتے ہیں۔ جن سے اس کو زیادہ محبّت تھی ۱۲

[۱] (متعلقہ صفحہ ۳۱) اس کے الفاظ یہ ہیں کُنّا نعدّ الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام بعد دفنه من النیاحة۔ **ف**۔ مگر ابن ماجہ کی روایت میں بعد دفنہ نہیں ہے۔ فلیحرّر

وہ سُنن سعید بن منصور المتوفی ۲۲۷ھ میں بھی ہے۔ جیسے کہ کتاب تسلیۃ المصائب میں اجو ابو عبد اللہ محمد بن محمد منبجی حنبلیؒ کی تصنیف اور ۷۷۷ھ کی تالیف ہے اصفحہ ۹۹ پر ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ ان جریرا و خد علی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ! فقال ھل یُناح علی میّتکم قال لا۔ قال فھل تجتمعون عند اھل المیت و تجعلون الطعام۔ قال نعم قال ذالک النوح۔ پھر صاحب تسلیۃ المصائب نے امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ المتوفی ۶۲۰ھ کا حوالہ دیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی کتاب مُغنی میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ اور اس قسم کے طعام کو نا جائز قرار دیا ہے۔

ف :۔ یہ امام بڑے محقق اور صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حنبلیؒ کے بھی شاگرد ہیں۔ ان کی کتاب مغنی طبع ہو چکی ہے۔ نہایت ہی مبسوط اور اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے۔ یہ روایت کتاب الجنائز صفحہ ۴۱۳/۲ میں ہے۔ وہاں مسئلہ کی سرخی یہ ہے۔ دلا باس ان یُصلح لاھل المیت طعامًا یبعث بہ الیھم و لا یُصلحون ھم طعامًا یطعمون النّاس" یعنی اہل بیت کے ہاں کھانا بھیجنے میں مضائقہ نہیں۔ مگر اہل بیت خود لوگوں کے لئے کھانا تیار نہ کریں۔ اس کے تحت میں امام موفقؒ نے لکھا ہے۔ فاما صنع اھل المیت طعامًا للناس فمکروہ۔ لان فیہ زیادۃً علی مصیبتھم وشغلاً لھم الی شغلھم و تشبیھًا بصنع اھل الجاھلیۃ۔ و

لہ ابن ماجہ نے جو اوپر جریرؓ کی روایت بیان کی ہے۔ اس میں ایک واسطہ سے انہی سعید بن منصورؒ سے سند مذکور تھی۔ یہ سعید حضرت امام مالکؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سعید سے امام احمد بن حنبلؒ۔ امام مسلم۔ امام ابوداؤد وغیرہ راوی ہیں۔ و

یُروی ان جریرا وفد علی عمرؓ فقال۔ ھل یناح علی میتکم۔ قال لا۔ قال وھل یجتمعون عندا ھل المیت و یجعلون الطعام قال نعم قال ذلك النوح۔ الخ۔ ترجمہ و مطلب صاف ہے۔ نیز قریباً یہی عبارت شرح کبیر صفحہ ۴۲۶/۲ میں درج ہے۔ یہ شرح کبیر شمس الدین ابنؒ قدامہ المتوفی ۶۸۲ھ کی ہے۔ جو موفق الدینؒ ابن قدامہ صاحب مغنی کے بھتیجے ہیں۔

(ج) روایت ابن ماجہ کا اور اسی طرح دوسری کتب مذکورہ بالا میں حضرت جریرؓ کا نام مبارک کئی بار آیا ہے۔ اس لئے یہاں ان کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

یہ جریر بن عبد اللہ بن جابر یمن کے قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے حضور صلعم کے وصال مبارک سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ شکل و صورت میں نہایت حسین تھے۔ اس لئے ملقب بہ "یوسف ھذہ الاُمة" تھے۔ قد بہت طویل تھا۔ آنحضرتؐ نے انہیں بعض مشہور بتوں کے توڑنے اور آگ لگانے کے لئے بھیجا تھا۔ جن میں وہ کامیاب ہوئے۔ حضورؐ نے انہیں اہل بیت میں سے شمار کیا ہے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے اپنی چادر مبارک ان کو بچھا دی تھی۔ حضورؐ کے زمانے میں یمن کے عامل رہے۔ کہا کرتے تھے۔ کہ جب سے مسلمان ہوا ہوا ہوں۔ حضورؐ نے مجھے گھر میں ملاقات کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ اور جب کبھی مجھے دیکھا ہمیشہ تبسم فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی شجاعت و جرأت قلبی کو دیکھتے ہوئے انہیں عراق کی جنگوں میں روانہ کیا تھا۔ فتح قادسیہ کے بعد وہ کوفہ میں جاگزیں ہوئے۔ اور کوفہ سے مدینہ میں حضرتؓ فاروقؓ کے ایام خلافت میں آیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے انہی کو امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا تھا۔ مگر حضرت امیرؓ نے انہیں بہت

لے برصفحہ ۲۵ ملاحظہ ہو۔

عرصہ اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ان سے ایک سو حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے آٹھ میں بخاری مسلم متفق ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد اور چھ میں مسلم منفرد ہیں۔ سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی (از کتب رجال)

نیز یاد ہوگا۔ کہ ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت میں جس بزرگ نے طعام میت کو امرِ جاہلیت سے فرمایا تھا۔ ان کا نام ابوالبختری ہے۔ یہ تابعی جلیل ہیں۔ اصل نام سعید بن فیروز ہے۔ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابن عمرؓ سے براہِ راست اور حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ سے مرسل طور پر روایت کرتے ہیں۔ سنہ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ ف:۔ کوئی بعید نہیں کہ ان کی یہ روایت بھی حضرت عمرؓ سے ہی ہو۔ جیسے کہ حضرت جریرؓ نے انہی حضرت عمرؓ سے بعینہٖ اسی قسم کی روایت سنی تھی۔

الحاصل۔ روایات بالا سے معلوم ہوا۔ کہ اہل میت کے ہاں اجتماع کرنا اور وہاں ضیافتیں اڑانا جیسے کہ آج کل دستور عام ہے۔ اجماع صحابہؓ کے خلاف، خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ

لہ (متعلقہ صفحہ ۳۴) حضرت جریرؓ کا حضرت عمرؓ کے پاس آنے کا جو قصہ ابھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ وہ یقیناً انہی ایام کا ہوگا۔ جبکہ وہ کوفہ میں سکونت رکھتے تھے، اسی طرح ابوالبختریؒ بھی کوفی ہیں۔ بلکہ ابن ماجہ کی مذکورہ بالا روایت میں ایسا ہی ایک لطیفہ ہے۔ وہ یہ کہ انہی جریرؓ سے روایت کرنے والے قیسؒ بن ابی حازم بھی کوفی بَجَلی (المتوفی سنہ ۹۸ھ) ہیں، اور پھر ان سے راوی اسمٰعیلؒ بن ابی خالد بھی کوفی بَجَلی ہیں (المتوفی سنہ ۱۴۶ھ) اور قیس بن ابی حازم تو بڑے تابعین میں سے ہیں۔ خلفاء راشدینؓ سے روایت کرنے والے ہیں (خلاصہ خزرجی) (ف:۔ پس نہی عن طعام المیت کے راوی زیادہ تر اہل کوفہ ہی ہیں، اور معلوم ہے کہ کوفہ ہمارے امام ابوحنیفہؓ کا مولد و مسکن بلکہ دیگر ائمہ حنفیہؒ کا دار الاقامہ ہے۔

رضی اللہ عنہ کے حکم کے معارض اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے روایت کرنیوالوں کی رائے کے تناقض ہے۔ اس لئے ممنوع و بدعت ہے۔ اور اسی بنا پر محقق الحنفیہ کمال الدین امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں درصفحہ مذکورہ سابقہ یعنی صفحہ ۴۷۳ مصری ۱/۱ سے بدعاتِ قبیحہ میں سے شمار کیا ہے عبارت یہ ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد وابن ماجہ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔

روایاتِ فقہیہ

روایات حدیثیہ کی رو سے تو اس احقر کی تحقیق تمام ہوگئی۔ لیکن اب دل چاہتا ہے کہ مسئلہ زیر بحث کی تکمیل و تائید کے لئے بعض روایات فقہیہ بھی پیش کروں۔ ومن اللہ التوفیق۔

۱۔ خلاصۃ الفتاوی از طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری المتوفی ۵۴۲ھ طبع نولکشور ۱۳۲۹ھ صفحہ ۳۴۲/۲ ولا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام لان الضیافۃ تتخذ عند السرور یعنی اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت نہ کی جائے۔ کیونکہ ضیافت تو خوشی کے وقت ہوا کرتی ہے۔

ل یہ امام بڑے محقق بزرگ اور محدث کبیر ہیں۔ حدیث میں علاوہ اور اساتذہ کے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ کے بھی شاگرد ہیں۔ جیسے کہ فتح القدیر کتاب المناسک فصل بار زمزم سے معلوم ہوتا ہے ۱۲

۲ - فتاویٰ قاضی خاں (المتوفی ۵۹۲ھ) کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۴۰۵/۳ مصری - ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور - وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا اذا کانوا بالغین - فان کان فی الورثۃ صغیرا لم یتخذوا ذلک من الترکۃ - یعنی ایام مصیبت میں ضیافت تیار کرنا مکروہ ہے - کیونکہ جو کام خوشی کے لئے ہو - وہ غمی کے مناسب نہیں - ہاں اگر کوئی فقرا کو کھلانے کے لئے طعام تیار کرے - جب کہ ورثاء بالغ ہوں تو بہتر ہے - لیکن اگر ورثہ میں ایک بھی چھوٹا یعنی نابالغ ہو تو میت کے ترکہ میں سے لوگ کھانا تیار نہ کریں - ف :- فقراء کے لئے طعام پکانے کی تفصیل مع شرائط آگے بیان ہوگی -

۳ - تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مصنفہ فخرالدین زیلعیؒ[1] المتوفی ۷۴۳ھ صفحہ ۲۴۶/۱ مصری - ولا باس بالجلوس لہا (ای للتعزیۃ کب) الی ثلاثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اہل المیت - لانہا تتخذ عند السرور - و عن انسؓ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لاعقر فی الاسلام وھو الذی کان یعقر عند القبر لبقرۃ او شاۃ - یعنی تین دن تک اہل میت کا تعزیت کے لئے بیٹھا رہنا جائز ہے - بشرطیکہ کوئی ممنوع شرعی کا ارتکاب نہ کیا جاوے - مثلاً عمدہ فرش فروش بچھانا - اور کھانے کھلانا - کیونکہ یہ کھانے تو خوشی کے وقت تیار ہوا کرتے ہیں - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی

---

[1] یہ فخرالدین زیلعی خود صاحب کنز امام نسفی (المتوفی ۷۱۰ھ) کے ہمعصر تھے - یہ امام محدث جمال الدین زیلعی المتوفی ۷۶۲ھ صاحب تخریج ہدایہ وغیرہ کے علاوہ ہیں - بعض ناواقف ان دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسلام میں قبر کے نزدیک (گائے بکری) ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ ف: علامہ محقق شلبیؒ نے اس شرح کنز کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ کہ واکثرھم علی ان یعزّی الی ثلاثۃ ایام ثم یترک لئلا یتجدد الحزن یعنی اکثر اس طرف گئے ہیں۔ کہ تین دن کے بعد تعزیت نہ کی جاوے۔ تاکہ کہیں غم تازہ نہ ہو جاوے۔" اور انہی علامہؒ نے میت کے کھانے کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں فرمایا ہے کہ یہ بدعت مستقبحہ ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت جریرؓ کی اُس حدیث کو نقل کیا ہے۔ جو یہ عاجز قبل ازیں ذکر کر چکا ہے۔

۴۔ فتاوی بزازیہ امام بزازی کروری المتوفی ۸۲۷ھ صفحہ ۸۱ مصری کتاب الحظر والاباحۃ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلاثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور۔ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد۔ ونقلُ الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدّعوۃ لقراءۃ القران وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءۃ القران لاجل الاکل یکرہ یعنی اہل میت کا تین دن تک ضیافت کرنا اور لوگوں کا اسے کھانا مکروہ[1] تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ ضیافت خوشی کے لئے مشروع ہے۔ اور اسی طرح امُردہ کے لئے پہلے دن یا تیسرے دن۔ ہفتہ کے بعد کئی دن۔ اور عیدوں کے دن کھانا پکانا یا خاص موسموں میں

[1] حنفیہؒ کے نزدیک معاملات میں (بر خلاف عبادت کے) جہاں لفظ مکروہ مطلقاً آئے۔ اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے ۱۲۔

قبر کی طرف کھانا لے جانا۔ اور قرآن پڑھانے کے لئے خواہ اُس کے ختم کے لئے یا سورہ انعام یا سورہ اخلاص پڑھانے کے لئے صالحین و قارئین کو جمع کرنا اور دعوتِ طعام کرنا یہ سب مکروہ ہے۔ الغرض اگر کھانے کے لئے قرارت قرآن کے وقت دعوت طعام کی جاوے تو یہ مکروہ ہے"

نیز اسی مصنفؒ نے اسی کتاب صفہ ۳۷۹ کتاب الاستحسان میں ایسی ضیافت کو مکروہ فرمایا ہے۔

۵۔ فتح القدیر شرح ہدایہ از ابن ہمامؒ المتوفی ۸۶۱ھ۔ اس کا حوالہ پہلے آچکا ہے۔

۶۔ جامع الرموز قہستانی المتوفی ۹۵۶ھ طبع ہند صفہ ۴۴۳۔ کتاب الکراہیۃ۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی جیرۃ الفتاوی۔ ف۔ ترجمہ ظاہر ہے۔

۷۔ فتاوی عالمگیری (وفات عالمگیر ۱۱۱۹ھ) صفہ ۱۶۷/۱ و لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام کذا فی التاتارخانیۃ"

۸۔ ردّ المختار شامی ابن عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ شارح درّ مختار صفہ ۸۴۲-۸۴۱/۱ مصری۔ ف۔ اسکی عبارت اور مکمل بحث عنقریب آگے آتی ہے۔

خلاصہ:- ان روایات فقہیہ حنفیہ[۱] سے ظاہر ہوا کہ اہل میّت سے ضیافت لینا مکروہ و ممنوع بلکہ بدعت ہے۔ بعض لوگ دعوتِ طعام و ختم قرآن وغیرہ کے لئے وصیّت بھی کرجاتے ہیں۔ اُس کا حال بھی سُن لیجئے۔

---

[۱] نوٹ برصفحہ ۴۰

وصیّت برائے دعوتِ طعام

یا

ختمِ قرآن وغیرہ بعدِ موت

فقہائے کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے بعد تین دن تک طعام پکایا جاوے۔ تو یہ وصیت بھی باطل ہے۔ دیکھو بزازیہ کتاب الوصیۃ صفحہ ۴۳۵ ج ۶ اوصیٰ بان یتخذ الطعام بعد موتہ ثلاثا بطلت الوصیۃ فی الاصح۔ نیز دیکھو عالمگیریہ صفحہ ۹۵ ج ۶ کتاب الوصیۃ "رجل اوصیٰ بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلاثۃ ایام قالوا الوصیۃ باطلۃ"۔ نیز یہی عبارت درمختار مع شامی صفحہ ۵۸۴ ج ۵ کتاب الوصایا مع حوالہ قاضی خان میں بھی ہے۔

اس بارے میں علامہ برکلیؒ المتوفی سنہ ۹۸۱ھ کی کتاب طریقہ محمدیہ اور علی قاریؒ المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ کی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے حوالے آگے آئیں گے۔

اسی طرح اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ میرے بعد میری قبر پر

ؔ (متعلقہ صفحہ ۳۹) تعجب ہے کہ اگر مسلمان بھائیوں سے کہا جاوے۔ کہ لو ہمارے فقہائے حنفیہؒ کے نزدیک یہ رسوم ناجائز ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں حدیث مشکوٰۃ کی رو سے جائز ہیں۔ حالانکہ اول تو اس حدیث کی اصلیت کا حال ابھی معلوم ہو گیا۔ پھر حدیث کا صحیح مطلب فقہائے امت ہی سمجھتے ہیں۔ اور جب کہا جاوے کہ فلاں صحیح حدیث غیر معارض وغیر ماول میں یہ بات ثابت ہے اور تمہارا فلاں فقہی قول بالکل ضعیف ہے تو وہاں اس ضعیف سے ضعیف فقہی قول کو اس حدیثِ صحیح پر ترجیح دیتے ہیں ۱۲

کوئی قاری اتنے دن تک قرآن پڑھتا رہے۔ یا یہ کہ میری قبر کو
کہگل کیا جاوے۔ یا اس پر قبہ بنایا جائے۔ تو یہ وصیت بھی باطل ہے
دیکھو بزازیہ صفحہ ۴۳۹ کتاب الوصیۃ اوصی لقاریٔ القرآن یقرأ
عند قبرہ بشیٔ فالوصیۃ باطلۃ۔ الوصیۃ بتطیین القبر،
وان یتخذ علیہ قبۃ باطلۃ۔ نیز دیکھو۔ درمختار مع شامی
صفحہ ۵۸۳/۵ کتاب الوصایا۔ و دیگر کتب فقہ۔

ف:۔ اسی وصیت میں کلمہ۔ درود وغیرہ کی وصیت بھی داخل
ہے کہ وہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اجرت پر یہ تلاوت وغیرہ ناجائز[1] ہے
دیکھو تفصیل در شامی صفحہ ۶۸۷/۱ مصری۔ نیز انہی علامہ شامیؒ نے اسی
مضمون پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جو ان کے اور رسائل کے ساتھ
طبع ہو چکا ہے۔ اس کا نام "شفاء العلیل فی بطلان الوصیۃ بالختمات
والتہالیل" ہے۔ یہ بہت نفیس رسالہ ہے۔ اس پر علامہ دہر محقق

---

[1] ہاں اگر یہ وصیت کرے کہ میری موت کے بعد صرف ان لوگوں کو کھانا کھلایا جاوے جو
تعزیت کے لئے آئیں تو فقیہ ابوجعفرؒ کے نزدیک اس میت کے ثلثِ مال سے جائز ہے۔ مگر ان لوگوں
کے لئے جو مسافت بعیدہ سے تعزیت کے لئے آئیں اور اُسی دن واپس گھر تک نہ پہنچ سکتے ہوں
اس میں غنی اور فقیر برابر ہوں گے۔ لیکن اگر طعام زیادہ بچ گیا تو وصی ذمہ دار رہے گا۔ دیکھو
درمختار کتاب الوصایا بحوالہ مذکورہ بالا۔ مگر محقق شامیؒ اس مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ صحیح یہی ہے کہ ان
لوگوں کے لئے مطلقاً اہل میت کو کھانا تیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اور دلیل بیان کی ہے
جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ف:۔ واضح ہو کہ تعزیت کی میعاد شریعت نے تین دن مقرر
کی ہے۔ اور وصیت بھی وہ معتبر ہے۔ جو ہوش وحواس میں کی جاوے۔ ورنہ جس مرض
میں انسان فوت ہو گیا۔ تو اس مرض کی وصیت معتبر نہ ہوگی۔ بلکہ اس مرض کی مایوسی بخش
حالت میں اگر وہ خیر خرات کرے تب بھی بغیر اجازت ورثار کے ہرگز نہیں کر سکتا (دیکھو کتب فقہ)

طحطاویؒ نے نہایت عمدہ تقریظ کی ہے۔ اور شامیؒ نے خود حاشیہ درمختار میں کئی بار اس رسالہ کا حوالہ دیا ہے۔

رفع شبہاتِ نقلیہ

الحمدللہ کہ عاصمؒ بن کلیب والی حدیث پر کافی روشنی ڈالنے کے بعد حضرت جریرؓ بن عبداللہ کی روایت اور اس کے مناسبات کا تفصیلی ذکر ہوچکا۔ جس سے ضیافت اہل میت کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ مگر اس کے متعلق ایک دو مشہور مصنفین محققین حنفیہؒ کی کتب سے شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جن کا ازالہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ کبیری شرح مُنیۃ المصلی از ابراہیمؒ حلبی المتوفی ۹۵۶ھ صفحہ ۶۰۹ طبع استنبول پر جو بحث لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طعام کو جائز سمجھتے ہیں۔

الجواب: (۱) اول تو انہوں نے اپنی تحقیق اس بحث کے شروع میں لکھ دی ہے وھو ھذا:۔ "ویکرہ[۱] اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الحزن۔ قالوا ھی بدعۃ

[۱] انہی مصنفؒ کی کتاب صغیری صفحہ ۳۰۰ طبع مجتبائی میں بھی جو کبیری کے بعد لکھی گئی ہے۔ یہی روش ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت علی ما قالوا۔ اس کے بعد فتاوی بزازیہ کا حوالہ دیکر فرمایا ہے کہ ولا یخلو عن نظر۔ ف:۔ اخفر کہتا ہے کہ ان کی ہر دو تصنیفات میں قالوا سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اور فقہائے حنفیہؒ اس مسئلہ میں ان کے موافق نہیں ہیں۔ اور بسبیل تنزل انہوں نے یہ تو کم از کم مانا ہے کہ موت کے وقت کھانا کھانا مکروہ ہے۔ جس کا آج کل بڑا رواج ہے۔

مستقبحة لما روی الامام احمد وابن ماجه باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنّا نعدّ الاجتماع الی اهل المیّت و صنعهم الطعام من النیاحة ذکرہ کلہ ابن الهمام" پھر اس کے بعد فتاوی بزازیہ کے حوالہ کی عبارت نقل کی ہے۔ جس کو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ تمام لکھ کر فرمایا ہے۔ ولا یخلو عن نظر لانّه لا دلیل علی الکراهة الّا حدیث جریر بن عبد اللہ المتقدم وانّما یدل علی کراهة ذلک عند الموت فقط علی انه عارضه ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابو داؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا الخ (یہاں وہ تمام روایت نقل کی ہے۔ جو ابو داؤد میں ہے اور جو میں تمامها پہلے نقل کر چکا ہوں۔ مگر اس میں امراۃٍ کی بجائے امرأتهٗ[لہ] ذکر کیا ہے) پھر اس کے بعد لکھا ہے۔ فهذا یدلّ علی اباحة صنع اهل المیت الطعام والدعوۃ الیه۔

(ب) پھر علاّمہ حلبیؒ کی اس دلیل کا جواب کہ حضرت جریرؓ کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف موت کے وقت ہی دعوتِ طعام مکروہ ہے۔ اور یہ کہ عاصم بن کلیب کی حدیث اس کی معارض ہے"

[لہ] معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ مشکوۃ میں امرأتہ کی غلط روایت دسویں گیارھویں صدی میں موجود تھی۔ جیسے یہاں صاحب کبیریؒ اور آگے علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور علاّمہ شامیؒ نے صاحب کبیریؒ کی رائے کی تصحیح تو کر دی جیسے ابھی آگے آتا ہے۔ مگر اس نسخہ مشکوۃ کی غلطی پر مطلع نہ ہو سکے یہی حال اُس نسخے کا ہے۔ جس کی بنا پر شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلویؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ نے ترجمہ فارسی مشکوۃ بنام اشعۃ اللمعات لکھا۔ رحمهم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

علامہ شامیؒ نے صفحہ ۲۴۱ میں خوب جواب دیا ہے۔ اور اُن کی جملہ توجیہات کو رد کیا ہے۔ میں اس جگہ وہ تمام عبارت نقل کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو مطلب سمجھنے میں آسانی ہو۔ واضح ہو۔ کہ علامہ شامیؒ نے اس طعام کے بدعت ہونے میں اول فتح القدیر کی وہ عبارت نقل کی ہے۔ جو میں نقل کر چکا ہوں۔ پھر فتاویٰ بزازیہ کے دو حوالے پیش کئے ہیں۔ پھر کہا ہے۔ "واطال فی ذلک فی المعراج" وقال و هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها وجه الله تعالیٰ۔ یعنی کتاب معراج الدرایہ[۱] میں اس بدعت ہونے کو طویل طریق سے بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ "ان افعال میں لوگوں کو دکھانا سنانا مقصود ہے"۔ پھر شامیؒ نے کہا ہے۔ "وبحث هنا فی شرح المنیة بمعارضة حدیث جریرؓ المار بحدیث آخر فیه انه علیه الصلوٰة والسلام دعته امرأة رجل میت لما رجع من دفنه فجاء وجیء بالطعام" یعنی شرح منیہ میں مصنفؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیثِ جریرؓ اس دوسری حدیث کے مُعارض ہے۔ جس میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مردہ کی بیوی کی دعوت کھائی"۔ اب علامہ شامی اس کے جواب میں فرماتے ہیں +

"اقول وفیه نظر فانه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر۔ علی انه بحث فی المنقول فی مذهبنا ومذهب غیرنا کالشافعیة

---

[۱] معراج الدرایة شرح الهدایة للشیخ الامام قوام الدین محمد بن محمد البخاری الکاکی المتوفی ۷۴۹ھ (کشف الظنون)

والحنابلة استدلالاً بحدیث جریر المذکور علی الکراہۃ ولاسیّما اذا کان فی الورثۃ صغار او غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذلک غالباً من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان، واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القران، وغیر ذلک مما ہو شاہد فی ہذہ الازمان وما کان کذلک فلاشک فی حرمتہ وبطلان الوصیۃ بہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

اس عبارت کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ شارح مُنیہ کے کلام میں مجھے کلام ہے۔ کیونکہ یہ ایک خاص حالت کا واقعہ ہے جس میں عموم نہیں آسکتا۔ اور پھر یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا کوئی خاص سبب ہو۔ برخلاف جریرؓ کی حدیث کے (یہ اول جواب ہے یعنی ایک خاص واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ کسی خاص سبب سے آپؐ نے وہ طعام تناول فرمایا ہو۔ اور دلیل نہی عام ہے مؤلف) علاوہ ازیں اس طرح تو پھر ہمارے حنفیہ بلکہ شافعیہ وحنبلیہ[1] کے منقول وثابت مذہب میں بحث اور شبہ کرنا ہے (یہ دوسرا جواب ہے کہ جو امر مذہب میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور دلیل صحیح پر مبنی ہے۔ اُس

---

[1] شافعیہؒ حنبلیہؒ۔ کے اقوال آگے اور بھی آئیں گے۔ رہے مالکیہؒ سو ان کا بھی مذہب کتاب مدخل ابن الحاج المالکیؒ کی تحقیقات سے ظاہر ہو جائیگا۔ جو عنقریب مذکور ہوں گی۔ ف پس مذاہب اربعہ کی رو سے ثابت ہوا کہ یہ طعام مکروہ تحریمی ہے۔

میں شبہ پیدا کرنا ہوگا۔ اور منبع مذہب کو یہ حق پہنچتا نہیں۔مؤلف)
پھر خاص کر اس وقت جب کہ وارثین چھوٹے بچے ہوں۔ یا کوئی غائب
ہو۔ قطع نظر ان منکرات کثیرہ کے جن کا اس زمانہ میں مشاہدہ ہے۔
مثلاً روشنی کی بتیوں اور قندیلوں کا ہونا جب کہ خوشی کے وقتوں میں
اس قدر نہیں ہوتیں۔ طبلوں کا بجنا۔ سُریلی آوازوں سے راگ کا ہونا
عورتوں اور بے ریشوں کا جمع ہونا۔ ذکر اور قرارت قرآن پر اجرت
لینا دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور جب یہ حالت ہو تو ایسے طعام کے
حرام ہونے اور اس کی وصیت کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں
ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الی العظیم"۔ (یہ تیسرا جواب ہے یعنی اب اس
طعام میں بہت خرابیاں مل گئی ہیں۔ اس کی اجازت سے ان سب
کی اجازت لازم آتی ہے۔مؤلف)

ف۔ واضح ہو کہ انھی محقق شامیؒ نے کتاب الوصایا صفحہ ۵۰۴
میں پھر فتح القدیر کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے اوپر کے مسئلہ
کی تائید کی ہے۔

۲۔ دوسرا شبہ نقلی یہ ہے کہ مرقاۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۴۸۲ میں
اسی حدیث عاصم بن کلیب کی شرح میں محقق علی قاریؒ کی عبارت
سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ طعام جائز ہے۔

الجواب:۔ مناسب ہے کہ اوّلاً ان کی تمام عبارت نقل کی
جاوے۔ (بعد ازاں ان کی آخری تحقیق ایک دوسری کتاب کے ذریعہ
سے بیان کی جاویگی)

"ظاہرُ ھذا الحدیث یرد علی ما قرّرہ اصحاب مذہبنا
من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاوّل او الثالث
او بعد الاسبوع کما فی البزازیۃ۔ وذکر فی الخلاصۃ انہ

لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام - وقال الزيلعي[1] و لا باس بالجلوس للمصيبة الى ثلث من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل الميت - وقال ابن الهمام يكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت - و الكل عللوه بانه شرع في السرور لا في الشرور قال[2] وهي بدعة مستقبحة روى الامام احمد وابن حبان[3] باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال كنا نعد الاجتماع[4] الى اهل الميت وصنيعهم الطعام من النياحة انتهى فينبغي ان يقيد كلامهم بنوع خاص من اجتماع يوجب استحياء اهل الميت فيطعموهم كرها او يحمل على كون بعض الورثة صغيرا او غائبا او لم يعرف رضاه او لم يكن الطعام من عند احد معين من مال نفسه لا من الميت قبل القسمة ونحو ذلك - وعليه يحمل قول قاضي خان "يكره اتخاذ الضيافة في ايام المصيبة لانها ايام تاسف فلا يليق بها ما يكون للسرور وان

---

[1] زیلعی - خلاصہ - بزازیہ - اور اسی طرح قاضی خان (جس کا ذکر ابھی آگے آتا ہے) کے حوالے پہلے گذر چکے ہیں۔

[2] قال کا فاعل یقیناً "ابن ہمام" ہے - کیونکہ اگلی عبارت انہی کی ہے - مگر یہاں اسکا اعادہ ضروری تھا کیونکہ اس سے پہلے و الکل عللوہ ہے - شاید ناسخین یا طابعین سے یہاں کوئی الفاظ رہ گئے ہوں - اس عبارت میں دو سنگین غلطیاں نسخ یا طبع کی ابھی آگے معلوم ہونگی۔

[3] ابن حبان غلط ہے - صحیح ابن ماجہ ہے جیسے کہ پہلے گذرا۔

[4] کذا و الظاہر انہ "بل"۔

اتخذ الطعام للفقراء کان حسنا۔ واما الوصیۃ باتخاذ الطعام بعد موتہ لیطعم الناس ثلاثۃ ایام فباطلۃ علی الاصح وقیل یجوز ذلک من الثلث و ھو الاظھر۔

اس عبارت کا اردو ترجمہ بجائے اپنا دینے کے میں صاحب مظاہر الحق یعنی مولانا نواب قطب الدین صاحب مرحوم (تلمیذ حضرت شاہ اسحٰق رح صاحب نبیرۂ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رح) کا ترجمہ مشکوٰۃ دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد ان کی ذاتی تحقیق بھی لکھ دیتا ہوں۔ دیکھو مظاہر الحق ترجمہ وشرح اردو مشکوۃ صفحہ ۵۳۹۔۵۴۰۔

ترجمہ:۔ اس حدیث کے ظاہر سے ان روایتوں پر اعتراض ہوتا ہے۔ جو ہمارے مذہب کے علماء نے بیان کی ہیں۔ کہ پہلے دن یا تیسرے دن یا بعد ہفتہ کے طعام کھانا مکروہ ہے۔ کما فی البزازیہ۔ اور کتاب خلاصہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ تیسرے دن ضیافت کا کرنا مُباح نہیں ہے۔ اور زیلعی نے کہا کہ تین دن تک مصیبت کے لئے بیٹھنے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے بغیر ارتکاب ممنوعات کے مثلاً بچھونوں کا بچھانا۔ اور اہل بیت کی طرف سے کھانا کرنا اور ابن ہمام نے کہا۔ کہ اہل بیت کی طرف سے ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ اور تمام بزرگوں نے یہ علت بیان کی ہے۔ کہ طعام سرور میں مشروع ہوتا ہے۔ نہ شرور میں۔ ابن ہمام نے کہا ہے کہ وہ بدعت قبیحہ ہے۔ روایت کیا امام احمد اور ابن ماجہ نے ساتھ

ف نواب قطب الدین رح کے قلمی نسخہ مرقات میں ابن ماجہ صحیح ہے۔ اس وقت مرقات مطبوعہ نہیں تھی۔ اسی طرح مطبوعہ نسخہ کی اور غلطیاں بھی ان کے نسخے میں معدوم ہیں۔ کما یعلم من الترجمۃ۔

اسناد صحیح کے جریر بن عبد اللہ رضؓ سے کہا۔ کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونا اور ان کے کھانا کھانے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے"۔ پس لائق یہ ہے۔ کہ فقہاء کے کلام کو نوع خاص کے ساتھ مقید کیا جاوے۔ کہ وہ ایسا جمع ہونا ہے۔ کہ اہل میت کے حیا کرنے کا موجب ہو۔ کہ ناچار مارے حیا کے ان کو جبراً کھلا دیں یا فقہاء کا کلام اس پر محمول کیا جاوے۔ کہ بعض وارث صغیر سن یا غائب ہوں۔ یا یہ کہ ان کی رضا معلوم نہ ہو۔ یا تقسیم مال سے قبل وہ طعام ہو۔ اور کسی شخص معین کی طرف سے اس کے مال میں سے نہ ہو۔ یا اسی قسم کی اور صورتیں۔ پس ان صورتوں میں طعام میت مکروہ ہوگا۔ اور قاضی خاں کا قول بھی اسی پر محمول کیا جاوے کہ "ایام مصیبت میں ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ وہ ایام مصیبت کے ہیں۔ پس لائق نہیں ہے۔ کہ ان ایام میں وہ چیز کرے جو سرور کے واسطے ہو۔ ہاں اگر فقراء کے لئے کھانا کرے تو اچھا ہے"۔ مگر میت کا وصیت کرنا کہ میری موت کے بعد کھانا کیا جاوے۔ تاکہ لوگوں کو تین دن تک کھانا کھلاویں۔ پس بموجب صحیح تر روایت کے باطل ہے اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ ثلث مال سے یہ جائز ہے۔ اور یہ ظاہر تر ہے۔ فقط"

علی قاریؒ کی عبارت کا ترجمہ کرنے کے بعد صاحب مظاہر الحق فائدہ کے طور پر یوں فرماتے ہیں :-

ف :- کہتا ہے مولف اس کتاب کا کہ ملا علیؒ کی اوپر کی تحقیق سے کوئی یہ نہ سمجھ لے۔ کہ مطلق طعام میت کی اجازت انہوں نے دی ہے[1]

[1] اگر یہ حضرات اسی طرح وہ بزرگ اصل کتب حدیث کیطرف رجوع فرمالیتے۔ تو امر آئندہ والی غلطی درست ہو جاتی۔ اور یہ توجیہ نہ کرنی پڑتی۔ گو ان قیود کے بغیر جواز طعام میت اور اصول کتب فقہ سے ثابت ہو جاوے۔ ۱۲

بلکہ اگر ان اقسام میں غور کریں تو یہاں کے طعام مرسومہ ان اقسام سے خالی نہیں پاویں گے۔ کہیں ایک قسم پائی جاتی ہے۔ کہیں کئی۔ اور اگر تامل کریں۔ تو اُس حدیث میں کھانا کھلانا وہ ہے۔ کہ جو قاضی خاں نے لکھا ہے۔ کہ اگر کرے کھانا فقراء کے لئے تو اچھا ہے"۔ پس ظاہر احضرتؐ کو بطور ہدیہ کے اور آپ کے ہمراہیوں کو بطور صدقہ کے، اکتساب ثواب کے لئے کھلایا ہو۔ اور علاوہ اس کے بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ جو لوگ تجہیز و تکفین و تدفین میں مشغول ہوں۔ ان کو کھانا اس طعام کا جائز ہے۔ پس یہ سب صاحب، جو میّت کو دفن کر کے پھرے۔ ان کو کھلایا۔ پس فقہا جو طعام مصیبت کو مکروہ لکھتے ہیں۔ اس سے خود انہوں نے اس کو مستثنیٰ کر لیا ہے۔ پس حدیث میں اور فقہ کی روایتوں میں کچھ تعارض نہ رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خاکسار مؤلف کریم بخش غفرلہ الکریم کہتا ہے۔ کہ نواب صاحبؒ نے کیسی ہی نفیس تقریر و توجیہ فرمائی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو خرابیاں ان رسوم میں ان کے زمانے میں تھیں۔ ہمارے زمانے میں ان سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ جس قدر دین میں کمزوری اب ہے۔ اتنی اُس وقت نہیں تھی۔ بلکہ آج کل کا طعام اموات شاذ و نادر ہی ایسا ہو گا۔ جو شرعاً درست ہو۔ التزام و اصرار کے علاوہ ریاء، مال یتامی۔ سودی قرضہ اکثر غیر مستحقین کا کھانا۔ وغیرہ بیسیوں خرابیاں اس میں موجود ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

فائدہ عظیمہ:۔ علامہ علی قاریؒ نے مرقاۃ۔ شرح مشکوٰۃ میں تو اُس حدیث عاصم بن کلیب کے الفاظ کو صحیح سمجھتے ہوئے فقہائے کرام کے کلام کی توجیہ کی۔ مگر الحمد للہ کہ انہی بزرگ نے اس مرقاۃ کے بعد فقہ کی ایک نادر کتاب تحریر فرمائی۔ اس میں بغیر کسی توجیہ و تاویل

کے اس مسئلہ کو صاف بیان کر دیا۔ وہ کتاب شرح نقایہ[1] ہے۔
اس کے صفحہ ۱۴۰/۱ کتاب الجنائز طبع ہند پر یہ عبارت ہے۔ ویکرہ
اتخاذ الضیافۃ من اهل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی
ضدہ و هی بدعۃ مستقبحۃ ۔ ویستحب للاقارب والجیران
تهیئۃ طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقولہ علیہ
السلام اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاء هم ما یشغلهم
رواہ الترمذی وحسنہ الحاکم فی صحیحہ، ویلح علیهم فی
الاکل لان الحزن یمنعهم من ذلک فیضعفون هنالک۔
اس کا ترجمہ صاف ہے۔ اور یہ عبارت فتح القدیر کی عبارت کی
قریباً نقل ہے۔ اب باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ یہ کتاب یعنی شرح
نقایہ، مرقاۃ شرح مشکوۃ کے بعد لکھی گئی۔ سو اس کے متعلق اسی شرح
نقایہ کا صفحہ ۲۲۳/۱ دیکھو۔ وہاں الفاظ یہ ہے۔ وقد بسطت الکلام
علی هذا المرام فی المرقاۃ شرح المشکوۃ۔

تنبیہ ۔ صاحب کشف الظنون نے کہا ہے کہ یہ کتاب شرح نقایہ
سنہ ۱۰۰۳ھ بمقام مکہ المکرمۃ تصنیف ہوئی۔ اگر اس سنہ تصنیف
کو صحیح قرار دیا جاوے۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مرقاۃ شرح مشکوۃ کے
اختتام صفحہ ۲۶۲/۵ پر جو مصنف رح نے تکمیل کتاب کی تاریخ ۱۰ ربیع الثانی

---

[1] نقایہ وقایہ کے اختصار کا نام ہے جو امام صدر الشریعۃ المتوفی سنہ ۷۴۵ھ سے نانا صاحب
برہان الشریعۃ نے اپنے نبیرہ کے لئے لکھا تھا۔ علی قاری کی یہ شرح اس اعتبار سے بڑی نفیس چیز ہے
کہ اس میں فقہ حنفی کے تمام اقوال کا جواب حدیث صحیح سے دیا گیا ہے۔ پہلے یہ کتاب کازان
ملک روس میں طبع ہوئی تھی۔ اب بعض علمائے دیوبند کی سعی سے یہ کتاب طبع
ہونی شروع ہوگی ہے۔

سنہ ۱۰۰۱ھ دی ہے۔ وہ غلط ہے۔ وجہ اس کی ناسخین یا طابعین کا تصرف ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ شرح نقایہ کا سنہ تصنیف بجائے سنہ ۱۰۰۳ھ کے سنہ ۱۰۱۳ھ ہو۔ کیونکہ مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ کہیں دیکھا ہے (اور بعضوں سے سُنا بھی ہے) کہ یہ شرح نقایہ ملا علی قاریؒ کی آخری تصنیف ہے۔ اور ان علامہؒ کی وفات سنہ ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ جیسے کہ قبل ازیں گذر چکا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حوالہ ہائے دیگر کُتب

روایات حدیثیہ وفقہیہ کے بعد بظاہر کسی دوسرے حوالے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر مسئلہ کی تائید وتاکید اور کم علم لوگوں کے فائدہ کے لئے بعض اور مستند کتب کی نقول بھی عرض کر دیتا ہوں۔ واللہ الموفق

واضح ہو کہ چودہ پندرہ مصنفین کی کتب کے جو بھی حوالے آتے ہیں۔ وہ تمام کے تمام علماء کبار میں سے ہیں۔ اور سب کے سب صوفیائے عظامؒ کے زمرہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ہمارے ہندوستان کے علماء محققین میں سے ہیں۔ ان کا حوالہ دیتے وقت میں نے ایک خاص وجہ سے ان کی سنین وفات کا خیال نہیں رکھا۔ گو ویسے حسب عادت ان میں سے قریباً ہر ایک کے سنین وفات دے دیا کروں گا۔ تاکہ ان بزرگوں کا زمانہ حیات معلوم ہو سکے۔ اور ایں کا بھی اندازہ ہو سکے کہ مختلف صدیوں میں ان رسُوم کی کیا حالت تھی

۱۔ مدارج النبوت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ (المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ) صفحہ ۴۲۱ کتاب الجنائز طبع نولکشور سنہ ۱۹۱۳ء " وعادت نیز نبود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ برسر گور ونہ غیر آں رو

ایں مجموع بدعت است۔ نعم برائے تعزیت اہلِ میت و جمع و تسلیہ و صبر فرمودن ایشاں راسنت و مستحب است۔ اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفاتِ دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامٰی بدعت است و حرام"۔

چند سطور کے بعد لکھا ہے۔ "عادت نبود کہ اہل میت برائے کساں کہ بہ تعزیت بیایند طعام کنند۔

۲۔ انہی بزرگؒ نے اپنی کتاب شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۷۳ میں قریباً یہی عبارت لکھی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ سوائے نماز جنازہ کے اور وقتوں میں لوگ (یعنی حضرات صحابہؓ) ختم قرآن وغیرہ کے لئے جمع نہیں ہوتے تھے۔

۳۔ انہی بزرگؒ کی ایک کتاب جامع البرکات ہے جو اس وقت قلمی نسخوں کے صورت میں ہے اور طبع نہیں ہوئی۔ اس میں مرقوم ہے "وآنچہ بعد سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار طعام پزند و بخشش کنند و آنرا لحاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند۔ ف:۔ شیخ الاسلامؒ نے کشف الغطاء میں بھی اس عبارت کو صحیح تسلیم فرما کر ایسا ہی لکھا ہے۔ جامع البرکات کی اس عبارت کا حوالہ آگے چل کر مولنا عبد الحیؒ صاحب لکھنوی کے فتاوٰے نقل کرتے وقت دیا جاویگا۔

۴۔ انہی بزرگؒ نے اپنی ایک کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۶۸ طبع ۱۳۰۷ھ میں اپنے استاد و مرشد شیخ عبد الوہاب متقی مکیؒ (جن استاد کے رسالہ ردّ بدعات کا حوالہ آگے آتا ہے) کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ میں نے مکہ معظمہ (شرفہا اللہ تعالٰے) میں اُن سے سالانہ عُرسِ بزرگاں کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا کہ سلف سے منقول نہیں (یہ اس عبارت

کا خلاصہ ہے (صفحہ مذکورہ بالا پر تمام عبارت دیکھ لی جاوے)۔ وہاں ان کے استاد کا یہ قول بھی منقول ہے۔ کہ بعض دفعہ ایک چیز ویسے سنت ہوتی ہے۔ مگر خصوصیت کی وجہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شیخؒ کی مذکورہ بالا عبارات سے مطلب سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ایام تعزیت کی جو شرع نے تحدید کی کہ تین دن کے اندر ہی لوگ تعزیت[1] کریں اور اہل میت بھی تین دن تک سوگ کی صورت بنا سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد حرام ہے۔ بجز زوجۂ میت کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ اور اس حالت میں رہنا اس کے لئے واجب ہے۔ تو اس کی حکمت بھی یہی ہے۔ کہ لوگوں کا اجتماع[2] نہ ہونے پاوے۔ نہ پھر ماتم کی صورت پیدا ہو جاوے۔ اور پھر تعزیت کی بھی ایک ہی دفعہ اجازت دی گئی ہے۔ نہ کہ بار بار۔ جیسے زمانۂ حال میں متعارف ہے

---

[1] ہاں اگر کسی کو تین دن کے بعد اطلاع ملی۔ اور اس کا تعزیت کرنا اور صبر دلانا بہت ضروری ہے۔ تو وہ بعد ازاں بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اطلاع کے متصل ہی۔ ورنہ اس کے بعد بے سود اور رسم کی پابندی ہے۔ افسوس اب تو لوگ ماہ ماہ دو دو ماہ کے بعد جا کر تعزیت کرتے ہیں۔ اور ضیافت بھی خوب اڑاتے ہیں اللھم ارحم امۃ محمدؐ۔

[2] اسی واسطے سلف صالحینؒ ایسا اجتماع نہیں ہونے دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہؒ کتاب الجنائز صفحہ ۱۷۵ میں ثابت بن قیسؒ سے مروی ہے۔ ادرکت عمر بن عبد العزیز یمنع اھل المیت الجماعات یقول یرزؤن و یغرمون۔ یعنی میں نے حضرت خلیفہ راشد تابعی کبیر عمر بن عبد العزیزؒ (المتوفی سنہ ۱۰۲ھ) کو اس حالت میں پایا۔ کہ آپ اہل میت کو منع فرماتے تھے۔ کہ لوگوں کا اجتماع نہ ہونے دو۔ لوگ آئیں اور کھڑے ہی کھڑے کھڑے تعزیت کریں)

اور پھر وہ بھی اس طرح سے نہیں کہ زیادہ دیر تک بیٹھا رہے۔ بلکہ کھڑے کھڑے یا تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ کام کر لے۔ اور فقہائے کرام نے یہاں تک فرما دیا ہے۔ کہ تعزیت کے لئے اہل میت کا اپنے دروازہ یا راستہ پر فرش فروش[1] بچھانا (جیسے بعضوں کے ہاں آج کل مروج ہے) سخت مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ دستور کفار جاہلیت کا تھا۔ اور اسی کام کے لئے مسجد میں بیٹھنا بھی مکروہ رکھا گیا ہے (دیکھو کتب فقہ مثل جامع الرموز صفحہ ۴۴۲ باب الکراہیتہ)

ان امور متعلقہ تعزیت وغیرہ کے بارے میں حضرت شیخ محدث دہلویؒ کی ہی کتب کا حوالہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ان بزرگ کو بحمدہٖ تعالےٰ موافق و مخالف ہر دو مانتے ہیں۔

مدارج النبوۃ حوالہ مذکورہ بالا میں ہے۔ وحد تعزیت تا سہ روز است و بعد ازاں مکروہ۔ و تعزیت جز یک بار نباید۔ کذا روی عن ابی حنیفہؒ۔ یہی بات انہوں نے شرح سفر السعادۃ میں فرمائی ہے اور وہاں یہ زیادہ ہے۔ و نشستن بر در یا بر راہ برائے عزا مکروہ است اشد کراہت از جہت بودن آں عمل جاہلیت۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ تعزیت باین کیفیت کہ آلان متعارف است و در ایام متعددہ کنند نبود۔

نیز یہی بزرگ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ صفحہ ۷۴۵ نولکشور ۱۳۲۲ھ "باب البکاء علی المیت" میں مفصلاً فرماتے ہیں۔ و مکروہ است تجدید مصائب زیادہ بر سہ روز و بر سر مقابر۔ آگے لکھتے ہیں۔ و بسیارے از متاخرین گفتہ اند کہ مکروہ است۔ اجتماع بر صاحب بیت و مکروہ است کہ بنشینند در خانہ خود و مردم جمع شوند و تعزیت نمایند بلکہ ہر گاہ از دفن

[1] عالمگیری صفحہ ۱۶۷ مصری میں اس کو بدترین کام بتلایا گیا ہے

فارغ شوند و بر گردند متفرق شوند و صاحب بیت باید کہ بکار خود مشغول گردد۔ و مردم نیز بکارہائے خود مشغول شوند۔ و تعزیت زیادہ بریک بار نباید کرد۔ و آنچہ مردم دریں زماں از تکلفات کنند ہمہ بدعت و شنیع و نامشروع است۔

لیجئے۔ یہاں صاف فرما دیا۔ کہ اجتماع بر صاحب بیت مکروہ تحریمی[1] ہے۔ جب محض تعزیت کے لئے تین دن کے بعد اجتماع بڑا ہؤا۔ تو رسوم یوم اول۔ سوم۔ چہلم۔ سالانہ وغیرہ میں اجتماع کیسے مناسب ہوگا۔ اور پھر کھانا کھانے کے لئے۔ اور دیگر محرمات کے لئے۔

نیز شیخ رح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے زمانہ میں کس قدر بدعات و تکلفات پیدا ہو گئے تھے۔ حالانکہ انکو انتقال فرمائے ہوئے ابھی تین سو سال ہی گزرے ہیں۔ بلکہ ان کی کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اور بہت سی تجدیدات و بدعات جن کا اس زمانہ میں زور ہے۔ اُس وقت پیدا ہونے لگی تھیں۔ اور حضرت شیخ رح ان کی تردید کرتے ہیں۔

۵۔ ایک اور فقیہ بزرگ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی رح (استاد علی قاری رح) المتوفی ۹۷۴ھ کی تحقیق سنئے۔ ان کے فتاوے کبریٰ صفحہ ۲ میں ہے۔ وسئل عما یذبح من النعم و یحمل مع ملح خلف المیت الی المقبرۃ و یتصدق علی الحفارین فقط، و عما یعمل یوم ثالث موتہ من تہیئۃ اکل و اطعامہ

[1] پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مطلق مکروہ سے مراد (معاملات میں) مکروہ تحریمی ہے۔ اور شیخ رح کا اس کو بدعت شنیعہ کہنا بھی اسی کو چاہتا ہے۔

للفقراء وغيرهم، وعمّا يُعمل يوم السابع كذلك وعمّا يُعمل تمام الشهر من الكعك ويُدار به على بيوت النساء اللاتی حضرن الجنازة۔ ولم يقصدوا بذلك الا مقتضى عادة اهل البلد حتى ان من لم يفعل ذلك صار ممقوتا عندهم خسيسًا لا يعبأون به فاجاب بقوله "جميع ما يفعل ممّا ذكر فی السؤال من البدع المذمومة"۔

اس عبارت سے یہ امور معلوم ہوئے۔

(ا)۔ اس زمانے میں جانور ذبح کرکے نمک مصالحہ کے ساتھ اسے قبرستان تک لے جاتے اور گورکن کو دیتے تھے۔

ف :۔ اب بھی اکثر علاقوں میں یہی دستور ہے۔ کہ روٹی وغیرہ لے جاتے ہیں۔

(ب)، اس وقت تیسرے دن فقرا کو کھلاتے پلاتے تھے۔ ف :۔ اب فقراء و اُمراء سب کو تیسرے دن کھلاتے پلاتے ہیں۔ (ج) اس وقت ساتویں روز ایسی رسم کرتے تھے۔ ف :۔ اب بھی ہر جمعرات کو کچھ نہ کچھ خاص خاص طعام کی رسم ادا ہوتی ہے (د) اس وقت تمام ماہ کچھ نہ کچھ یا خاص کھانا (کیک) دینا ضروری سمجھتے تھے۔ ف :۔ اب چالیس روز تک کچھ نہ کچھ دیتے رہتے ہیں۔ اور چالیسویں روز خاص قسم کے کھانے پکاتے ہیں۔ اور فقیر و غنی کو ارواحِ مُردگان کے نام دیتے ہیں (ہ)، اس وقت بھی بعض لوگ رسم کی پابندی سے کرتے تھے ف :۔ اب بھی بعینہٖ یہی حالی ہے بلکہ اس سے بدتر۔ حضرت فقیہ رح نے ان سب امور کو بدعات شنیعہ سے شمار کیا ہے۔ واضح ہو۔ کہ یہ وہ بزرگ ہیں جنھیں مخالف بھی مانتے ہیں۔ اور حضرت

شیخ دہلویؒ ان کی شرح مشکوٰۃ وغیرہ کے اکثر حوالے اپنی کتابوں میں دیتے ہیں۔

احقر کہتا ہے۔ کہ واقعی **رسم وعادت** کے طور پر جو خیرات کی جائیگی آخرت میں اس کا اثر کچھ نہیں مرتب ہوگا۔ بلکہ الٹا ریا و سُمعہ کی وجہ سے وہ شخص سخت گنہگار اور مستحق جہنم ہوگا۔ (نعوذ باللہ منھا) کتاب وسنت نبویہ میں ایسے ریا آمیز صدقات سے سخت ڈرایا گیا ہے کما لا یخفی علی الماہر۔

دراصل شریعت حقہ تو رسوم وعادات کے مٹانے کے لئے آئی تھی۔ مگر نفس امّارہ یہ چاہتا ہے۔ کہ ننگ و ناموس کا خیال کیا جاوے حضرت مجدد الف ثانیؒ المتوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۲۱۵ جلد دوم میں جہاں وہ ایک صالحہ بی بی کو عقاید صحیحہ و اعمال مرضیہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ یوں فرماتے ہیں۔ "ہر چند میداند (یعنی این بندہ۔ مؤلف) حصول این معنی (اتباعِ کاملِ شریعت۔ مولف) امروز از شما متعذر است کہ ہجوم موانع است و التزام رسوم وعاداتؐ است کہ منظور ننگ و ناموس است کہ ضدیت بشریعت غرّا دارند چہ شریعت از برائے رفع رسوم وعادات

لہ جیسے شیخ دہلویؒ نے اپنے زمانے کا حال لکھا ہے۔ اسی طرح ان کے ہمعصر حضرت مجدد صاحبؒ بھی فرماتے ہیں۔ بلکہ ان کے مکتوب ۱۰۳ جلد اول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہمارے زمانے کی طرح سودی روپیہ لے کر طعام ارواح مُردگان کا دستور ہو چلا تھا۔ جس سے آپ نے سخت منع فرمایا۔ اور سچ یہ ہے کہ تمام مکتوبات پڑھنے کے قابل ہیں۔ اور مجدد کہلانے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ انہوں نے حسب پیشگوئی آنحضرت صلعم برائے مجددین ہر زمانہ مذکورہ در ابوداؤد) دین کی تجدید کی اور بدعات و شرکیات کا ازالہ فرمایا۔

وارد شدہ است واز برائے دفع ننگ و ناموس، کہ ناشی از نفس امارہ است، آمدہ

رسم و عادت کے متعلق مولانا روم المتوفی ۶۷۲ھ کے چند اشعار بھی سن لیجئے۔ قصہ یہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایک جگہ آگ لگی۔ لوگوں نے پانی سے بجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ آخر حضرت خلیفۃ المسلمین کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا ؎

گفت آں آتش ز آیات خداست | شعلۂ از آتش بُخل شماست

آب بگذارید و ناں قسمت کنید | بُخل بگذارید اگر آلِ ما اید

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم | ما سخی اہل فتوت بودہ ایم

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید | دست از بہرِ خدا نکشادہ اید

بہرِ فخر و بہرِ عز و بہر ناز | نہ برائے ترس و تقوی و نیاز

اسی طرح اور کئی مقامات پر یہ عارف بے ریائی اور اخلاص کی تعلیم و ترغیب دیتے ہیں۔ اور سچ پوچھو تو تصوف و طریقت، اخلاص اور التزامات و رسوم و عادات کے ترک کرنے کا نام ہے۔

اصل یہ ہے کہ اگر مستحسن فعل خواہ وہ سنت کے درجہ میں بھی ہو بطور ریاء و سُمعہ ہونے لگے۔ اور اسکی اصلاح نہ ہو سکے تو محض تشبہ سے بچنے کے لئے اس فعل کو ترک کیا جاویگا۔ حدیث ابن ماجہ کتاب الجنائز میں آتا ہے۔ کہ گو حضور صلعم کی سنت یہ تھی کہ اہل میت کے گھر طعام بھیجا جاوے (جیسے کہ پہلے گزرا) مگر ایک صحابی فرماتے ہیں۔ کہ فما زالت سنۃ حتی کان حدیثا فترک"۔ علما نے فرمایا ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ بعد ازاں مفاخرت و مباہات کے طور پر لوگ یہ طعام بھیجنے لگے۔ اور سنت بطور بدعت کے ہوگئی۔ اس لئے یہ سنت بھی متروک کردی گئی۔ دیکھو حاشیہ انجاح الحاجۃ وغیرہ۔ اور ابوداؤد کتاب الاطعمہ

میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال الولیمۃ اول یوم حق والثانی معروف والیوم الثالث سُمعۃ وریاءٌ دیکھئے ولیمہ کی سنت کس طرح سُمعہ وریاء بن گئی۔ اور خود عالمگیری صفحہ ۹۵ کتاب الوجیتہ میں بحوالہ قاضی خاں لکھا ہے۔ کہ تیسرے روز میت کے گھر کھانا نہیں بھیجنا چاہئے۔ کیونکہ اس دن نوحہ گر عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ اور کھاتی ہیں۔ اس لئے معصیت کی اعانت ہوئی۔ جو حرام ہے۔

۴۔ ہمارے علاقہ کے ایک بڑے قطب عالم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ المتوفی ۷۸۵ھ ساکن اوچہ شریف گذرے ہیں۔ ان کے ملفوظات فارسی سے اردو میں بنام الدر المنظوم[۱] فی ملفوظات المخدوم مترجم ہو چکے ہیں۔ یہ بزرگ بدعات و رسوم کے بہت قلع و قمع کرنے والے تھے۔ اس کتاب کے صفحہ ۶۲ پر مذکور ہے "بعد اس کے فرمایا اور بدعتیں بھی ماسوا مکبر و موذن کے غیر عالم ہونیکے اس دیار میں پڑ گئی ہیں۔ دعا گو چاہتا ہے۔ کہ دور ہو جائیں۔ انشاء اللہ دُور ہو جائیں گی۔ جیسے ایک یہ ہے۔ کہ قبر کے نزدیک کھانا۔ فرمایا بعض فتاوے میں مسطور ہے۔ اکل الطعام عند القبور حرام وقیل مکروہ لیکن مکروہ تحریمی ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں سیوم کے روز میت کی زیارت کے واسطے شربت و برگ وغیرہ لے جاتے ہیں۔ اور کھاتے ہیں۔ اور کھانا بھی کھاتے ہیں۔ اور کوئی باک نہیں رکھتے۔

---

[۱] طبع مطبع انصاری ۱۳۰۹ھ۔ اصل فارسی کتاب کا نام جامع العلوم ہے۔ ان کے خلیفہ سید علاؤ الدینؒ نے جمع کئے تھے۔ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ نے جن کا سلسلہ نسب انہی قطب عالمؒ تک پہنچتا ہے۔ اپنی کوشش سے یہ کتاب طبع کرائی۔

یہ جگہ تو عبرت کی ہے۔ اور فرمایا کہ صندوق لے جاتے ہیں۔ اور سیپارہ خوانی کرتے ہیں۔ یہ بھی مکروہ ہے۔ بلکہ اور چیزیں بھی کرتے ہیں (اسی مضمون کو صفحہ ۲۸۳ و صفحہ ۸۱۷ پر بھی مکرر فرمایا ہے)"

ف :- معلوم ہوا کہ آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان میں ان رسوم و بدعات کا زور تھا۔ اور آگے جو تحفہ نصائح کی عبارت نقل ہوگی۔ اس سے بھی یہ امر واضح ہوجاوے گا + اور مدخل ابن الحاجؒ جو بدعاتِ عملیہ میں ایک جامع و مانع کتاب ہے۔ اس کی عبارت سے تو اس امر کی پوری تائید ہوجاوے گی +

۷۔ تحفۂ نصائح بظاہر ایک معمولی سی کتاب شمار ہوتی ہے۔ جو علاقہ ملتان وغیرہ میں عام طور پر بچوں کو فارسی تعلیم کے لئے پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے مصنف یوسف گداؒ خلیفہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی چشتیؒ نے یہ کتاب ۷۹۵ھ میں نظم میں لکھی تھی اور اس کی شرح ہمارے ضلع مظفر گڑھ کے ایک عالمِ باعمل مولانا محمد گھلویؒ نے کی ہے۔ اس کتاب کے باب ۳۹ میں بہت سی بدعات متعلق جنائز کا رد کیا ہے۔ توجہ سے پڑھیئے ؎

۱۔ حاضر جنازہ چوں شوی واپس جنازہ شو رواں
نعرہ مزن، فریاد ہم، قرآں مخواںؒ صوتِ جہر

۲ بانگے مزنؒ بازار در گو مُردہ فلاں، حاضر شوید
گلہائے مریزیؒ بر سرش بادام و خرما یا شکر

۳۔ گورِ مربع چوں کنی مکروہ باشد پشتہ کن
جامہ مپوشاںؒ گور را، تنبولؒ و شربت ہم مبر

۴ بالائے تربتؒ میوہ را مانند برگے یا شجر
قراں مخواں پایان او ہنشیں بخواں نزدیک سر

۵۔ نقش و نگارشے چوں کنی در گوریا خود گچ زنی
مکروہ باشد در کتب، صدقات باشد خوب تر

۶۔ گنبد مکن ش بر گورہائے، نے قبہ نے حجرہ
بادے وز و باراں رسد گردد گنہ بیشک ہدر

۷۔ میدان زیارت سنت است لیکن زیارت روز و شب ع
معہود سیوم ہفتمے ع دان بدعتے میکن حذر

۸۔ ایک اور قطب و عارف محی الدین برکلی نقشبندی حنفی رح المتوفی سنہ ۹۸۱ھ کا کلام بھی سنئیے جو انہوں نے اپنی باوقعت کتاب طریقہ محمدیہ ع کے اخیر صفحہ پر بیان فرمایا ہے۔ اور یہ کتاب مستطاب اپنی وفات شریف سے صرف ایک سال قبل لکھی ہے +

(الفصل الثالث) فی امور مبتدعة باطلة اکب الناس علیها علی ظن انها قُرَب مقصودة۔ وهذه کثیرة فلنذکر اعظمها

له ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸۔ یہ آٹھ خرابیاں آج کس قدر نمودار ہیں اس مصنف رح نے مزامیر وغیرہ کے خلاف بھی جس میں ابنائے زماں مبتلا ہیں۔ بہت کچھ لکھا ہے

ع اس زمانے میں بلکہ اس سے کچھ پہلے بھی، بعض لوگ رات کے وقت زیارت کرنے کو منحوس سمجھتے تھے۔ اس تخصیص وقت سے منع فرمایا۔ عه آج کل بھی ہفتہ وار ہر جمعرات کو یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ یا ممکن ہے۔ کہ روزِ وفات سے خاص ساتویں دن ہی (تیسرے دن کی طرح)، وہ رسوم کرتے ہوں۔ جیسے بعض جگہ (سوم، چہلم، سالانہ کے علاوہ)، دہم، بستم، ششماہی بھی کرتے ہیں ۱۲

ع یہ بڑی متبرک کتاب ہے۔ سنت و بدعت کو بیان کرتی ہے اور حضرات نقشبندیہ کی تو خاص روح رواں ہے۔ اس کی دو شرحیں علامہ رجب رح آفندی اور علامہ خادمی کی طبع ہو چکی ہیں۔ اور علامہ عارف نابلسی رح کی اعلیٰ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی +

یعنی کئی ایک باطل امور بدعت کے ہیں۔ جن میں لوگ منہمک ہیں، اور ان کا یہ گمان ہے۔ کہ ان سے قرب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ کئی ہیں"۔ اب وہاں دوسری بدعت یوں فرماتے ہیں۔ ومنها الوصیة باتخاذ الطعام والضیافة یوم موته او بعده وباعطاء دراهم معدودة الخ۔ یعنی ان میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے دن یا اس کے بعد ضیافتِ طعام کی وصیت کرنا اور قرآن وکلمہ وغیرہ پڑھنے والوں کو پیسے دینا، یا قبر پر[1] چالیس روز تک یا کم وبیش ایام تک آدمی بٹھانے یا قبر پر قبہ بنانے کی وصیت کرنا۔ فرمایا یہ سب امور بدعات منکرہ میں سے ہیں۔ اور اخیر میں لکھا ہے۔ کہ ہم نے ان مسئلوں پر فلاں فلاں چار رسالے لکھے ہیں۔ ان کا مطالعہ کرو۔

ف:۔ علامہ شامیؒ نے کئی بار طریقہ محمدیہ کی یہ اور دوسری عبارتیں نقل کی ہیں۔

۹۔ انہی ناجائز رسوم و عادات کو دیکھ کر جن کی بنا پر تمام تقریبات ختنہ و شادی وغمی ہونے لگی تھیں۔ اور اخلاص وغیرہ مفقود ہو گیا تھا۔ متاخرین صوفیہؒ ان میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اپنے معتقدین سے ان میں شریک نہ ہونے کا عہد لیا کرتے تھے۔ علامہ شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ ایک مشہور عارف باللہ ہیں۔ ان کی کتاب بحر المورود طبع مصر جس کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں انہوں نے ان عہدوں کو شمار کیا ہے۔ جو ان کے مشائخ نے اُن سے لئے۔ عہد نمبر ۱۴۱ میں ہے کہ تقریبات میں شرکت نہ کرنے کا سبب لوگوں کا عدم اخلاص ہے"۔ پھر عہد نمبر

---

[1] آجکل بعض علاقوں میں میت کی قبر پر صرف پہلی جمعرات تک آدمی بٹھاتے ہیں۔ جو قرآن تسبیح وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ وہیں کھاتے پیتے سوتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور آگ جلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اخیر کے امور (کھانا پینا سونا نماز پڑھنا، آگ جلانا) قبر میں حرام ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۹، میں ہے۔ کہ ان تقریبات میں بعض اوقات لہو ولعب کا سامان (راگ باجہ) ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی واسطے ہم سے عہد لیا گیا ہے۔ کہ ان میں شرکت نہ کرو۔ اور یہ کہ میں نے تقریب ایک تو علماء و صلحاء کی صحبت پائی ہے۔ جن کو مرتے وقت تک ہم نے کبھی کسی تقریب میں نہیں دیکھا"۔ پھر عہد نمبر ۲۰ میں اس عہد کا ذکر کیا ہے۔ جو ان سے بڑے عرسوں (سالانہ ضیافت مردگاں) کی دعوت میں شریک نہونیکے بارے میں لیا گیا ہے۔ اور وہاں اس موقع پر مصر شہر کے گندے حالات کا ذکر کیا ہے۔ جو مجاورین کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر عہد نمبر ۱۸ میں فرمایا ہے کہ ہم سے یہ بھی عہد لیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے گھر کا کھانا نہ کھائیں۔ جو کھانے میں بے باکی سے کام لیتے ہیں یا دنیا کے ساتھ فخر و نمود کرتے ہیں۔ یا دین فروشی کر کے دنیا کھاتے ہیں۔ جیسے وہ درویش لوگ جن کا بجز درویشی کے اور کچھ پیشہ نہیں+

۱۰۔ مُدخل ابن الحاج مالکیؒ المتوفی ۷۳۷ھ ایک مشہور کتاب ہے جس میں اس زمانے کی بدعات عملیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور انکی اصلاح کے طریقے بیان کئے ہیں۔ یہ بڑے بزرگ تھے۔ اور عارف کبیر ابن ابی جمرۃؒ (شارح مختصر بخاری) کے شاگرد تھے۔ ان کی تحقیق دیکھئے۔ صفحہ ۲۷۵/۳ طبع جدید اما اصلاح اهل الميت طعاما وجمع الناس فلم ينقل فيه شيء وهو بدعة غير مستحب۔ یعنی اہل میت کا طعام تیار کرنا اور لوگوں کو جمع کرنا سو اس بارے میں کوئی چیز منقول نہیں۔ اور یہ بدعت غیر مستحب ہے۔

آگے سیدنا امام مالکؓ اور بعض دیگر بزرگوں سے روایت کیا ہے کہ وہ ختنہ یا عقیقہ کے موقعہ پر بھی لوگوں کے اجتماع کو پسند نہ فرماتے تھے۔ یہ لکھ کر فرمایا ہے+

فما بالك بما اعتاده بعضهم في هذا الزمان من ان اهل الميت

يعملون الطعام ثلاث ليال و يجمعون الناس عليه عكس ماحكي عن السلف رضي الله عنهم فليحذر من فعل ذلك فانه بدعة مكروهة ۔ ولا بأس بفعله للصدقة عن الميت للمحتاجين والمضطرين لا للجمع عليه مالم يتخذ ذلك شعارا يستن به لان افعال القُرب افضلها ما كان سرّا والله الموفق ۔ یعنی اس کے بعد لوگوں کی اس رسم و عادت کا کیا کہنا کہ اہل میت تین دن تک کھانا پکاتے رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کے لئے اکٹھے کرتے ہیں ۔ یہ سلف رض کے طریق کے برخلاف ہے ۔ اس سے بچنا چاہئے کہ یہ بدعت مکروہ ہے ۔ ہاں اگر محتاج لوگوں کے لئے میت کی طرف سے صدقہ دیا جائے ۔ تو کوئی حرج نہیں مگر ان کو جمع کرنیکے لئے یہ طعام نہ کیا جاوے ۔ اور اس صدقہ کی اجازت بھی تب ہے ۔ جبتک کہ اس کو شعار سنت میں سے نہ سمجھا جاوے ۔ کیونکہ افعال قرب میں سے افضل وہی ہوتا ہے ۔ جو پوشیدہ طور پر ہو ۔ پھر آگے چل کر فرمایا ہے ۔ ولیحذر مما احدثه بعضهم من ان ولی المیت یعمل العشاء ثلاث لیال یعنی اس بدعت سے بھی بچنا چاہئے جو بعضوں نے جاری کر رکھی ہے ۔ کہ ولی میت تین دن تک شام کا کھانا کھلایا کرتا ہے ۔ پھر فرمایا ہے ۔ وکذلك یحذر مما احدثه بعضهم وهو ان المیت اذا مات لا یاکل حتی یفرغوا من دفنه ۔ یعنی اس طرح اس دوسری بدعت سے بھی بچنا چاہئے ۔ کہ جب کوئی مر جاوے تو اہل بیت دفن[له] سے فراغت تک کھانا نہیں کھاتے ۔ پھر قریباً ایک ورق کے بعد

له یہ رسم آج بھی ہے ۔ کیونکہ دفن کے بعد لوگ دوبارہ تعزیت کے ارادے سے اہل میت کے پاس جمع ہوتے ہیں ۔ اور نیز اس بہانے سے کہ اہل میت کو کھانا کھلائیں گے ۔ خود بھی فراغ قلب اور کشادگی بطن کے ساتھ کھاتے ہیں ۔ اس دن کے طعام کا نام علاقہ ملتان میں "کوڑا وٹا" مشہور ہے ۔

لکھا ہے وکذلک یحذر مما احدثہ بعضھم من فعل الثالث للمیت وعملھم الاطعمۃ فیہ حتی صار عندھم کانہ امر معمول بہ ویشیعونہ کانہ ولیمۃ ویجمعون لاجلہ الجمع الکثیر من الاھل والاصحاب والمعارف۔ فان بقی احدٌ منھم ولم یاتِ وجدوا علیہ الوجد العظیم"۔ یعنی اسی طرح اس بدعت سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔ جو بعضوں نے میت کی سیوم کی رسم کرنے اور کھانے پکانے کی صورت میں اختیار کر رکھی ہے۔ یہانتک کہ یہ بات ان کے نزدیک ایک ضروری معمول بہ ہوگئی ہے اور اس کو اس قدر اشاعت و اشتہار سے کرتے ہیں کہ گویا کوئی ولیمہ کی دعوت ہے۔ اور اس کے لیئے بہت سے اہل وعیال و اصحاب و احباب جمع کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی رہ جائے اور نہ آئے۔ تو اس پر بہت ناراض ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا ہے کہ اُسدن صرف اس پر بس نہیں۔ بلکہ اپنی رسم کے مطابق خاص لحن سے قرآن پڑھواتے ہیں۔ اور غرباء کو جمع کرتے ہیں۔ بلکہ اور تکلفات پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ واعظ کو بلا لیتے ہیں[1]۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ یہ تمام قبائح و مفاسد ہر اس اجتماع میں موجود ہیں۔ جو روز سوم یا ہفتم[2] یا ماہانہ یا سالانہ ہوتا ہے پھر فرمایا ہے۔ کہ وکذلک یحذر مما احدثہ بعضھم من فعل التھلیلات لموتاھم وجمعھم الجمع الکثیر لذلک۔ یعنی اسی

---

[1] روز سوم وعظ کرانے کی رسم اب بھی ہے۔ مگر دس پندرہ سال سے ہمارے سامنے ہی جاری ہوئی ہے۔ غالباً چند سال درمیان میں متروک رہی۔ اور پھر جاری ہوگئی۔ اس رسم میں کئی ایک قبائح ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

[2] صفحہ ۶۷ پر دیکھئے۔

طرح اس بدعت سے بھی بچنا چاہئے۔ جو بعضوں نے جاری کر رکھی ہے۔ کہ اپنے اموات کے لئے بہت آدمی جمع کرکے بلفظ لا الٰہ الا اللہ پڑھواتے ہیں[1]

۱۱۔ کتاب مجالس الابرار مصنفہ قاضی ابراہیم رح جوناگڑھی جس کو غلطی سے صاحب کشف الظنون نے شیخ احمد رومی کی طرف منسوب کیا ہے وعظ اور تلقین سنت میں نفیس کتاب ہے۔ اس کی تعریف حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی کی ہے۔ اسکی مجلس ۵٦ صفحہ ۳۳۷ میں مرقوم ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل البیت لکن یستحب لجیران المیت واقربائہ الاباعد تھیئۃ الطعام لھم والحاحھم فی الاکل الخ یعنی اہل بیت سے ضیافت لینا مکروہ (تحریمی) ہے۔ بلکہ میت کے ہمسایوں اور بعید رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے۔ کہ وہ اہل میت کے لئے طعام مہیا کریں اور ان کو کھانے پر اصرار کریں۔

۱۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے استاذ الاستاذ شیخ علی متقی رح (صاحب کنز العمال) المتوفی ۹۷۵ھ اپنے رسالہ ردّ بدعات میں فرماتے ہیں۔ ردّ فی تخصیص السنن قال مؤلفہ علیہ الرحمۃ ان ھذا الاجتماع فی الیوم الثالث خصوصاً لیس فیہ فرضیۃٌ ولا فیہ وجوبٌ ولا فیہ سنۃٌ ولا فیہ استحباب ولا فیہ منفعۃٌ ولا فیہ مصلحۃ فی الدین۔ بل فیہ طعن ومذمۃ و

---

[1] ہاں اس کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی علیحدہ بغیر جمع کئے ہوئے کلمۂ توحید وغیرہ کو پڑھ کر اس کا ثواب بخشے تو کوئی ممنوع نہیں۔ بلکہ کارخیر ہے۔

[2] یہ بزرگ دسویں صدی کے ہیں۔

---

[1] (متعلقہ صفحہ ٦٦) آج کل خاص ہفتم کی رسم نہیں ہے۔ ہاں جمعراتوں پر خاص طعام پکائے جاتے ہیں۔ اور ماہانہ کی بجائے چہلم کی رسم ہے۔ ممکن ہے کہ کسی نے تیسرے روز، ساتویں روز اور ماہانہ یعنی تیسویں روز کو ملا کر ان تمام رسوم کا مجموعہ چالیسویں روز کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ملامۃ علے السلف حیث لم یبینوا لہ، بل علے النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حیث ترک حقوق المیت بل علے اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیث لم یکمل الشریعۃ
وقد قال اللہ تعالےٰ فی تکمیل الشی بعنہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وقد قال اللہ تعالیٰ وتمت کلمۃ ربک صدقاً و
عدلاً لامبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم، فیکون حراما لتضمنہ ہذہ
القبائح وغیرہ کما سیأتی انتہی۔ یعنی یوم رسوم کا اجتماع نہ تو فرض واجب سنت
مستحب ہے نہ اسمیں کوئی نفع ہے اور نہ اس میں دین کی مصلحت ہے۔ بلکہ اس سے
سلف پر طعن وملامت لازم آتی ہے۔ کہ کیوں اس امر کو بیان نہ کیا، بلکہ رسول
اللہ صلعم پر طعن واقع ہوتا ہے کہ حقوق میّت کو ترک فرمادیا، بلکہ حقتعالیٰ پر حرف
آتا ہے کہ شریعت کو مکمل نہ فرمایا۔ حالانکہ وہ اپنے کلام میں فرماچکا ہے۔ الیوم
اکملت لکم دینکم الخ اور تمت کلمۃ ربک صدقاً الخ۔ بس ان قباحتوں کی وجہ
سے یہ امر حرام ہوگا۔[۱]

۱۳۔ تفہیمات الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ المتوفی ۱۱۷۶ھ کی
مشہور تصنیف ہے۔ جو ابھی تک مکمل طور پر طبع نہیں ہوئی۔ اسکی جلد ثانی نمبر ۴۲ ۵
میں قریب چھ ورق کے حضرت شاہ صاحب ممدوح کا وصیت نامہ ہے۔ جو
المقالۃ الوضیعۃ فی النصیحۃ والوصیۃ کے نام سے ملقب ہے۔ اس کے اخیر میں یہ
عبارت ہے۔

دیگر از عادات شنیعۂ ما مردم اسراف ست در ماتمہا و سیوم و چہلم و ششماہی و
فاتحۂ سالینہ۔ و ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آنست کہ غیر

---

[۱] شیخ علی متقیؒ کے اس رسالہ ردّ بدعات کا حوالہ کتاب تفہیم المسائل صفحہ ۱۷۲ میں درج
ہے۔ میں نے وہاں سے لیا ہے۔ اس کتاب میں سوم وچہلم وسالانہ کی ممانعت میں
اور کتب کے حوالے لکھی ہیں۔ جو اس وقت تک غیر مطبوعہ ہیں مثلاً فتاویٰ جامع الروایات
اور کتاب نوادر الفتاویٰ سے۔

تعزیت وارثان میت تا سہ روز و اطعام شان یکشبا روز رسمے نباشد۔ یعنی ہمارے لوگوں کہ ایک بُری رسم یہ ہے کہ ماتوں۔ سوم چہلم ششماہی اور فاتحۂ سالانہ میں اسراف کرتے ہیں۔ حالانکہ عرب میں اولاً ان امور کا وجود نہ تھا مصلحت یہی ہے۔ کہ بجز اس کے کہ وارثوں کی تین دن تک تعزیت کیجاوے اور ایک دن رات انکو کھانا کھلایا جاوے۔ اور کوئی رسم نہ کی جاوے[۱]۔"

اس عبارت سے پہلے یہ فرمایا ہے۔ کہ ہمیں بقدرِ امکان عادات ورسوم عربِ اول کو اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی منشا ہے اور رسوم عجم وعاداتِ ہنود کو ترک کر دینا چاہئے۔ پھر وہ تین اور رسوم کا ذکر کرکے سیوم چہلم وغیرہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ واضح ہو کہ یہی حضرت شاہ صاحبؒ تفہیمات کی اسی جلد ثانی کی طویل تفہیم نمبر ۱۴ کے اخیر میں بنی آدم کو یہ کہہ کر رسوم فاسدہ سے روکتے ہیں۔ کہ تم میں سے بعضوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شبِ برات میں موتی کے لئے کھانا پکانا واجب ہے۔ اور یہ کہ تم نے خواہ مخواہ اپنے اوپر تنگی کر رکھی ہے۔ اخیر الفاظ مبارکہ یہ ہے۔ فضیعتم اموالکم واوقاتکم فی الرسوم وترکتم الهدی الصالح۔ وکان المرضی ان لا تتخذوا هذه الرسوم وان تتخذوا رسوماً سهلة ليس فيها ضيق۔ اتخذتم الماتم عيداً۔ كان اكثار الطعام واجبٌ عليكم وضيعتم الصلوات۔ یعنی تم نے اپنے اموال واوقات کو رسوم میں ضائع کر دیا ہے۔ اور صحیح طریقہ سنت کو متروک کر دیا۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ تم ان رسوم کو اختیار نہ کرو بلکہ ایسے امور کو اختیار کرو جو سہل ہوں۔ اور ان میں کسی قسم کی تنگی نہو۔ تم نے ماتم کو عید بنا یا۔ گویا بہت کھانے تیار کرنا تم پر واجب ہیں۔ اور پھر تم نے نمازیں ضائع کر دیں۔

---

[۱] تفہیمات کے اس مقالہ وصیت کا حوالہ میں نے کتاب تفہیم المسائل صفحہ ۱۷۳ میں دیکھا تھا۔ لیکن اس کے بعد خود تفہیمات کا صحیح سے صحیح نسخہ مجھے مل گیا۔ اس میں یہ عبارت ہو بہو پائی۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً۔

ف: دیکھئے کس طرح حکیم الامت جناب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ ان رسوم سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اور واقعی ان ماتم کے دنوں کو عید بنانے والے اور کثرت طعام کو واجب سمجھنے والے اکثر وہی ہیں جو فرائض الہیہ مثل نماز وغیرہ کو ضائع کر دیتے ہیں اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان۔

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کے صاحبزادگان رح[1] اور پھر ان صاحبزادگان کی اولاد نے جس قدر ہندوستان میں خدمت دین و تجدید شریعت کی ہے، وہ بیان محتاج نہیں۔ انکے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح المتوفی ۱۲۳۹ھ اپنے فتاوی صفحہ ۱۰۶/۲ طبع ۱۳۴۱ھ میں فرماتے ہیں۔

فائدہ:۔ این قول کہ طعام المیت یمیت القلب (مردہ کا طعام دل کو مردہ کر دیتا ہے) حدیث نیست کلام بعضے از تجربہ کاراں است۔ گویند مراد از طعام میت طعامے ست کہ مکرر چہل روز مے خورانند و وجہ اماتت قلب آنست کہ بیشتر از ہنگام سنوح موت میت و ہم بعد از اں، خیال سرانجام این طعام و تقسیم آں فیما بین الاقربا یا سکان مساجد، دامنگیر خاطر مے شود۔ و کسانیکہ این طعام با نہا مے رسد، از وقت موت متوقع و چشم دوختہ بریں طعام مے باشند، مقصود شرع آنست کہ از موت میت عبرت گیرند و پند پذیرند و در فکر آخرت مشغول شوند و از غفلت ہوشیار شوند، و این مقصود ازیں صورت بالکلیہ مفقود مے گردد، و آنچہ در

[1] ان کے چار صاحبزادے تھے، انکے اسماء گرامی یہ ہیں۔ شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبد القادر، شاہ عبد الغنی رحمہم اللہ تعالے۔ ان حضرات کے بعد شاہ اسحق مہاجر رح نبیرہ شاہ عبد العزیز رح المتوفی ۱۲۶۲ھ اور شاہ اسمعیل شہید رح ابن شاہ عبد الغنی رح بہت مشہور ہوئے ہیں۔ افسوس بعض اہل بدعت جو اپنے آپ کو صوفیہ حنفیہ رح کے فرقے میں بھی شمار کرتے ہیں۔ ان حضرات کو اچھا نہیں سمجھتے بلکہ شہید علیہ الرحمۃ کی تو خواہ مخواہ تکفیر کر کے اپنے آپ کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں۔

اللھم اھدھم واصلح حالھم

احادیث آمدہ است۔ و در صحاح ستہ موجود است ہمیں قدر است کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن طعام المیت[ع]۔ فا ترجمہ صاف ہے۔ واقعی اہل تجربہ نے ٹھیک بتلایا ہے اور طعام میت کے کھانے اور کھلانیوالوں کیحالت کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

۱۵۔ آخر میں خاتمہ المحدثین و فقیہ اعظم حضرت مولنا عبد الحی صاحب لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ کے فتاوے سے بعض عبارات نقل کیجاتی ہیں۔ اور یہ وہ بزرگ ہیں کہ اس اخیر زمانے میں جس قدر حنفیت اور سنت کی اشاعت انھوں نے کی ہے۔ اوروں نے بشکل کی ہے۔ وھی ھذہ۔

(۱) فتاوٰی جلد سوم صفحہ ۷۶ طبع لکھنو ۱۹۲۶ء۔ باب ما یفعل للاموات بعد الدفن

سوال۔ طعام چہلم یا ششماہی یا برسی کہ در برادری تقسیم مے شود چہ حکم دارد

جواب۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی در جامع البرکات مے نویسند۔ وآنکہ بعد سالے یا ششماہی یا چہل روز وریں دیار پزند و درمیان براداران بخشش کنند۔ وآنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست۔ بہتر آنست کہ نخورند[۱]

ف: ۔پس مولنا عبد الحی نے شیخ عبد الحق صاحب کے حوالے سے ثابت کر دیا کہ یہ چہلم وغیرہ ناقابل اعتبار ہیں نہیں کھانا چاہئے شیخ کی یہ عبارت پہلے گزر چکی ہے

ب۔ سوال۔ روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلا طلب جمع میشوند و چند ختم کلام مجید مے خوانند۔ بعضے آہستہ و بعضے بآواز بلند۔ و در پیالہ خوشبوئے گل مے اندازند و دیگر خصوصیات و رسوم بہ عمل مے آیند۔ چہ حکم دارد۔

جواب۔ مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و اورا ضروری انگاشتن در شریعت

---

[۱] مولانا نے اسی جلد و باب میں فاتحہ مروجہ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ نہ یہ حضور صلعم کے زمانے میں تھی نہ خلفاء راشدین کیوقت۔ اور نہ قرون ثلاثہ میں اسکا وجود تھا۔ اسی طرح اس جلد کے شروع شروع میں فاتحہ و طعام مخصوص کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اس کی تعیین درست نہیں ہے۔ فقراء کو للّٰہ دیا جاوے۔ [ع] مجھے اس وقت تک یہ حدیث نہیں ملی۔ ۱۲

محمدیہ ثابت نیست۔ صاحب نصاب الاحتساب۔ آں رامکروہ نوشتہ وراہ تخصیص بگذارند وہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند۔ آگے فرمایا ہے کہ موت کے قریب میت کو ایصال ثواب کی زیادہ ضرورت ہے۔ پھر شیخ عبدالحق صاحبؒ کی کتاب شرح سفر السعادت کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ جسکو یہ خاکسار قبل ازیں نقل کرچکا ہے"۔ یعنی حضورؐ اور صحابہؓ کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کی نماز جنازہ کے بعد جمع ہوں۔ اور ختم قرآن پڑھیں۔ اور یہ سب بدعت ہے۔ اور تخصیص روز سوم کی اور دیگر تکلفات اور حق یتامیٰ سے خرچ کرنا بھی بدعت ہے۔

فائدہ:۔ خاکسار کہتا ہے۔ کہ کتاب مذکورہ بالا نصاب الاحتساب کا مجھے ایک قدیم وصحیح نسخہ قلمی مل گیا۔ اس کے مصنف عمر بن محمد بن عوض سنامی[۱] ہیں اور ردّ بدعات مروجہ ہند میں یہ کتاب نہایت ہی اکسیر ہے۔ اس کے باب ۱۶ میں تعزیت موتی کے سلسلے میں جو دوسو ستائیس سے زیادہ بدعات محرمہ ومکروہہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے تیئس ۲۳ بدعات کبیرہ کا بیان ہے۔ اور جس امر کا حوالہ مولانا عبدالحیؒ نے ان کی کتاب سے دیا ہے۔ وہ وہاں اور دوسرے مقام پر موجود ہے۔

تنبیہ:۔ عام لوگوں کے ہاں یہ موضوع روایت مشہور ہوگئی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کے سوم ودہم وبستم وچہلم وغیرہ میں چھوہارے پر فاتحہ دی۔ اور اصحابؓ کو کھلایا۔ اس کے متعلق مولٰنا عبدالحی لکھنویؒ نے فرمایا ہے۔ کہ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین[۲] میں لکھا ہے۔

---

[۱] یہ ہندی بزرگ ہیں مولٰنا ضیاء الدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ المتوفی ۷۲۵ھ کے ہمعصر ہیں۔ ف:۔ صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کی ابتدائی عبارت توصحیح درج کردی مگر مصنف کا نام غلط تبلایا۔ سامحہ اللہ تعالیٰ

[۲] خدا تعالیٰ ایسی کتب کے مصنفین پر رحم فرمائے۔ کیا ہی ڈھکوسلے لگائے۔ اور کتنی مخلوق کی گمراہی کے باعث بنے۔ واللہ اگر نقادِ حدیثِ نبوی نہ ہوتے۔ تو تمام چارہ ضلالت میں گرجاتے۔

محض غلط ہے۔ کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں۔ دیکھو فتاویٰ جلد دوم صفہ ۱۰۰ طبع مذکور بالا۔ اور اسی جلد کے دوسرے مقام صفہ ۷۴ پر اس سوال کے متعلق کہ "کتاب اوزجندی منسوب بہ علی قاریؒ میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کے سوم پر حضرت ابوذرؓ غفاری کھجوریں اونٹنی کا دودھ اور جَو کی روٹی لائے۔ حضورؐ نے اس پر فاتحہ و سورہ اخلاص تین بار پڑھ کر اس کا ثواب پہنچایا۔ اور فقراء کو تقسیم کیا"۔ فرمایا ہے "نہ کتاب اوزجندی از تصانیف ملّا علی قاری است نہ روایت مذکور صحیح و معتبر است۔ بلکہ موضوع است و باطل۔ بر آں اعتماد نشاید۔ در کتب حدیث نشانے ازیں چنیں روایت یافتہ نمی شود۔

رسومِ کُفّارِ ہند بعد موت

ناظرین نے حدیث و فقہ وغیرہ کے حوالوں سے معلوم کیا ہوگا۔ کہ ان طعامہائے میت کی تعیین و تخصیص فعل زمانہ جاہلیت و مشابہ بہ رسوم کفر ہے خاکسار کو ان رسوم کی اصل معلوم کرنے کیلئے بعض کفارِ ہنود سے تحقیق کرنا پڑا۔ معلوم ہوا کہ ان کے ہاں بھی یہ تیسرا چالیسواں سالانہ وغیرہ ہوتا ہے۔ البتہ بجائے جمعرات کے وہ کسی اور دن (سنیچر وغیرہ) کو زیادہ متبرک سمجھتے ہیں۔

پھر ان کتب اسلامیہ کو دیکھا۔ جو قدیم زمانے میں ان کفار ہنود کے مذہب پر لکھی گئیں۔ (اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ہماری ہمسایہ قوم یعنی ہنود کا اثر ہمارے جہلائے مسلمین پر کس قدر زیادہ ہوا)۔ چنانچہ کتاب الہند طبع یورپ صفہ ۲۸۲ مصنفہ علّامہ بیرونیؒ (صاحب آثار القرون الباقیہ) المتوفی بعد ۴۳۳ھ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

واماما لزم الوارث اقامتہُ من حقوق المیّت فی السنۃ الاولیٰ فہرست

ف؎ اوزجندی نسبتی نام ہے۔ امام شمس الاسلام محمود بن عبدالعزیزؒ کا جو قاضی خاںؒ کے جدّ ہیں

عشرة ـ ضیافة یطعم فیه و یتصدق منها کل واحد من الیوم الحادی عشر و الخامس عشر من یوم موته و فی کل شهر ـ و التی فی سادس الشهر منها مزیة علی غیرها فی الکثرة و الجودة و قبل تمام السنة بیوم و هی تکون له و لاجداده ثم خاتمة السنة و قد انقضت حقوقه بانقضائها ـ و یجب ان یعلم ان الطعام محرم علی الورثة لیما واحدا من اوّل هذه السنة الخ" یعنی حقوق میت میں سے جو وارث پر اوّل سال میں واجب ہیں وہ سولہ[۱۶] ہیں۔ ضیافت کرنا اور ہر ایک کو یوم وفات سے گیارہویں ـ پندرہویں روز اور ہر ماہ کے بعد کھلانا۔ اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے ـ نیز اختتام سال سے ایک روز پہلے بھی اور سال کے اختتام پر بھی ـ یہ بھی واجب ہے کہ وارثین ایک دن کھانا نہ کھائیں"

پھر آگے لکھا ہے کہ یہ بھی واجب ہے ـ کہ نو دن تک اپنے گھر کے سامنے طعام پختہ و کوزۂ آب رکھیں ورنہ میت کی روح قرار نہیں پکڑیگی ـ اور بھوک اور پیاس کی حالت میں گھر کے ارد گرد پھرتی رہے گی ـ پھر عین دسویں دن میت کے نام پر کثیر طعام اور آب خنک دیا جائے ـ اور گیارھویں دن کے بعد ہر دن اتنا طعام دیا جاوے کہ ایک آدمی کے لئے کافی ہو سکے ـ ساتھ ہی ایک درم (قریب چار آنہ) ہو ـ اور یہ سلسلہ تمام سال تک جاری رہے" اس کے بعد صفحہ ۲۹۰ پر مرقوم ہے ـ و اما شہر پوش فانهم یکثرون فی اکثر ایامه من پوهول و هو طعام حلو یتخذونه یعنی ماہ پوس میں حلوا[۱] پکا کر دیتے ہیں ؎

---

[۱] آج بھی قریباً ہندوستان میں ہنود کیا بلکہ اہل اسلام میں ایسی ہی رسوم ہیں جو آٹھ نو سو[۹] سال قبل ازیں تھیں ـ ملّاں صاحب کے برتن بھی علیحدہ رکھے جاتے ہیں ـ حلوا بھی ضرور پکایا جاتا ہے ـ وغیرہ وغیرہ ـ واضح ہو کہ یہ جو حدیث (بخاری وغیرہ) میں آیا ہے ـ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحبّ الحلوی یعنی آنحضرت صلعم میٹھی چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے ـ اس سے مراد یہ مروّجہ مصنوعی حلوا نہیں ہے بلکہ ہر ایک قسم کی شیریں چیز ـ جیسے شہد بھی داخل ہے ـ ۱۲

اس کے قبل صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ہے۔ کہ برہمن کے لیئے لازم ہے کہ اس کے کھانے پینے کے برتن لوگوں سے علیحدہ ہوں، ورنہ وہ توڑ دئے جائیں۔ عبارت یہ ہے۔
ویجب ان یکون آنیۃٌ مائہ علی حدۃ والا کسرت وکذلک طعامہ۔

اب میں رسالہ ہذا کو انہی حوالوں پر اکتفا کر کے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ان حوالوں کے سوا اگر دیگر کتب کا تتبع کیا جاوے۔ تو میرے خیال میں غالباً اور بہت سے حوالہ جات نکل آئیں گے۔ مگر ارباب دانش کو اس قدر بس ہے۔ میں نے قصداً زمانۂ حال یا عہدِ قریب کے علماءِ کرام کے کلام کے حوالے نہیں دئے، ورنہ بحمدہ تعالیٰ مجھے معلوم ہے کہ پنجاب میں بعض اور پنجاب سے باہر اضلاعِ دہلی۔ سہارنپور، مظفر نگر، کانپور وغیرہ کے کئی ایک علماءِ محققین انہی تحقیقات کے موافق ہیں۔ بلکہ بعض حضرات نے اصلاح رسوم کیلئے رسالے بھی لکھے ہیں۔ اور انکے خلاف عقلی ونقلی براہین قاطعہ قائم کئے ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ وجعل سعیھم مشکوراً

الخاتمہ

ضیافتِ اموات کے مکروہ ومعصیت ہونیکے بارے میں بحمدہ تعالیٰ کافی دلائل قائم ہو چکے۔ میں نے مجوزین کے شبہات واعتراضات کا اصالۃً جواب نہیں دیا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ طالب حق اگر غور سے ان دلائل کا مطالعہ کریگا۔ تو بتوفیقہ تعالیٰ اسکے تمام اعتراضات وشبہات حل ہو جائینگے۔ مثلاً بعضوں کو یہ شبہات دامنگیر ہوتے ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ کہ یہ طعام میت بجائے بدعت سیئہ ہونیکے بدعتِ حسنہ ہو۔ یا یہ کہ اس رسم کو بہت لوگ کرتے ہیں۔ جنمیں بعض صلاح وتقویٰ والے بھی ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ بلکہ تمام سلف صالحین میں طعام میت کی مروجہ صورت موجود نہ تھی۔ مگر ان بزرگوں سے انکار ومنع بھی تو ثابت نہیں۔ یا یہ کہ حضور صلعم وحضرات صحابہؓ اس لئے یہ رسم نہ کرتے تھے۔ کہ اُس وقت زیادہ تر

غُربت و ناداری تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ سو امید ہے۔ کہ یہ تمام شکوک اس رسالہ کے مطالعہ کرنے سے خودبخود ہی رفع و دفع ہو جائینگے۔

یہاں میں صرف ایصال ثوابلے کا بہتر طریق عرض کر دیتا ہوں۔ جسکو پسند ہو وہ اس پر عمل کرلے +

اول تو یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان خود اپنی زندگی میں جسقدر خیر و خیرات اپنے ہاتھ سے بغیر کسی قسم کی پابندی کے کر کے جاوے اتنا ہی بہتر ہے۔ ثواب کا اجر موت کے بعد ملیگا۔ مگر زندگی میں خیرات کرتے وقت بال بچوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔ یہ نہ کرے کہ اپنا مال اڑا دے۔ اور بال بچے زندگی میں ہی تنگ رہیں یا اسکی موت کے بعد دوسروں کے دست نگر ہوں۔ اسکی تاکید احادیث صحیحہ میں آئی ہے۔ اسی طرح بعض جو مرض الموتکے میں خیرات کرتے ہیں۔ اس کا بھی کم قدر نفع نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ کام طوع نفس سے نہیں ہوتے۔ صرف اضطرار کی وجہ سے کئے جاتے ہیں۔ جب زندگی سے نا امیدی ہو جاتی ہے۔ تو خواہ مخواہ خیرات کا خیال ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ مثل الذی یتصدق او یعتق عند الموت کالذی یُھدی اذا شبع (ترمذی وغیرہ) یعنی جو آدمی موت کے وقت کوئی چیز صدقہ میں دے۔ یا غلام آزاد کرے۔ تو وہ اس کی مانند ہے جس کو سیری کے وقت ہدیہ

لے مالی چیز کے ایصال ثواب میں تو ائمہ اربعہؒ کا اتفاق ہے۔ مگر بدنی عبادات خواہ وہ قولی ہوں۔ جیسے قرآن، کلمہ، درود تسبیحات وغیرہ۔ یا وہ نماز روزہ کی صورت میں ہوں ان میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے نزدیک ان کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر ہمارے امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ کے نزدیک ان بدنی عبادات کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم

کے انہی رسوم میں حیلۂ اسقاط بھی ہے۔ جس میں قرآن حکیم کو چند پیسوں کے عوض میں ہیر پھیر کرایا جاتا ہے +

طعام دیا جاوے۔

پھر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ جس چیز کی مستحق خیرات کو زیادہ ضرورت ہو۔ اُسے دیا جاوے۔ اور یہ بات ہر زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔ اب جن آدمیوں کو قریباً روزانہ اِدھر اُدھر سے طعام ملے۔ تو ان کے شکم کو اور زیادہ بھرنا کیا ضرور۔ جو ان میں مستحق و صاحب نصاب ہیں۔ ان کو نقد۔ کپڑا۔ کتابیں وغیرہ حسب ضرورت دو۔ یا کوئی صدقہ جاریہ کر دو۔ جیسے حدیث (ابوداؤد وغیرہ) میں آیا ہے۔ کہ حضور صلعم کے ارشاد کے مطابق حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنی ماں کی وفات پر ان کو ثواب پہنچانے کے لئے کوُاں کھدوا تھا۔ اور اس کو وقف کر دیا تھا پھر یہ نہ سمجھو۔ کہ (عندالحنفیہ) ایصال ثواب صرف مال ہی میں منحصر ہے۔ بلکہ اگر مال نہیں ہے۔ تو چند نفلیں پڑھ کر۔ یا نفلی روزے رکھ کر مردہ کو ان کا ثواب بخش دو۔ ورنہ کلمہ شریف درود شریف تسبیح وتہلیل وغیرہ اذکار ہی پر اکتفا کرو۔ نہیں تو صرف ان کے لئے دعائے مغفرت ہی مانگ لیا کرو۔ یہ بھی بڑی چیز ہے۔ ہاں ان تمام امور میں مفاسد سے بچو۔ نہ یتیم[1] کا مال ہو۔ نہ اس قدر اظہار و اعلان ہو۔ نہ خواہ مخواہ قرض اٹھاؤ (سودی قرضہ تو ویسے بھی حرام ہے) وغیرہ وغیرہ

---

[1] افسوس حرام مال سے ثواب کی امید رکھنا کتنا گناہ عظیم ہے۔ اکثر کُتب میں آیا ہے۔ کہ جو مال حرام سے ثواب کی امید رکھے۔ وہ (عملی) کافر ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر علی قاریؒ صفحہ ۱۷۱۔ اسی کتاب میں ہے۔ ولو علم الفقیر انہ من الحرام و دعا لہ و امن المعطی کفرا۔ یعنی اگر فقیر نے مال حرام کو جانتے ہوئے دُعا کی۔ اور کھلانے والے نے آمین کہی۔ تو دونو کافر ہوئے۔ اسی طرح کُتب فقہ میں ہے۔ کہ مال حرام پر بسم اللہ کہنا بھی کفر ہے۔ والعیاذ باللہ۔

خلاصہ یہ نکلا۔ کہ مردگان کو ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ اس سے ان کو نفع پہنچتا ہے۔ اس کا قطعی انکار کرنے والا اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔ ہاں اس استحباب پر عمل کرنا فرض و واجب نہیں۔ کہ تارک کو ملامت کی جاوے (البتہ استحباب کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے) پس حدِ جواز سے بڑھنے اور اس کو فرض و واجب سمجھنے یا غیر مناسب طریق سے خیر خیرات کرنیوالا بھی مبتدع و فاسق ہے۔ اہل السنّۃ کی شان کے لائق تو اعتدال و توسط ہے۔

عرضداشت

اب اخیر میں یہ عرض ہے کہ ہم محمدی لوگوں کو تو ہر حال میں اتباع سنت کا خیال رکھنا چاہئے۔ جس طرح ہمارے لئے ان امورِ دین کی پیروی کرنا سنت ہے۔ جو صاحب شریعت صلعم نے کئے ہیں۔ اسی طرح ان امور کو ترک کرنا بھی سنت ہے۔ جن کو حضورؐ نے ترک فرمایا ہے۔ پس ہر ایک فردِ امت محمدیہ کا اسلامی فرض ہے۔ کہ حضور صلعم کی مردہ سنتوں کو جگا دے۔ تاکہ دنیا میں آپ کے آثار مبارکہ چمک اٹھیں۔ اس احیاءِ سنت سے یقیناً حسب ارشاد نبویؐ آخرت میں حضورؐ کی رفاقت بھی نصیب ہو جاوے گی۔ قال رسول اللہ صلعم من احییٰ سنّتی قد اُمیتت فکانما احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ[۱] (یعنی جس نے میری مردہ سُنت کو زندہ کیا۔ اس نے گویا مجھے زندہ کیا۔ اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام

[۱] یہ حدیث مدخل ابن الحاج طبع جدید صفحہ ۲۳۴ میں موجود ہے۔

نصیب فرماوے۔ اس کے ساتھ یہ بھی گذارش کرتا ہوں۔ کہ حضرات ناظرین توجہ سے اس حقیر رسالہ کا مطالعہ فرماویں۔ اگر خدا نخواستہ کہیں میری کسی تحقیق سے موافقت نہ ہو۔ تو براہِ عنایت بغیر تحقیق کرنے کے غصّہ و غضب نہ فرماویں۔ جو کچھ مجھے کتب دینیہ سے صحیح معلوم ہُوا۔ تحریر کر دیا۔ اگر آپ خلوص و محبت سے میری کسی غلطی کی اصلاح کے لئے مجھے تحریر فرماویں گے۔ تو میں شکریہ کے ساتھ اسے قبول کرونگا۔

اب اخیر میں ناظرین سے مؤدّبانہ عرض ہے۔ کہ وہ میرے لئے تہ دل سے دُعا کیا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ یہ خدمتِ دین قبول فرماوے۔ اور میرے تمام اقوال و احوال بلکہ جمع تصانیف میں حسن نیت و تحقیق حق کی صفات عطا کرے۔ ع

وللارض من کأس الکرام نصیبٌ

وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

کتبہ

احقر العباد کریم بخش غفرلہ الکریم

استاذ الآداب العربیۃ فی الکلیۃ الحکومیۃ

بلاھور صانہا اللہ عن الحور بعد الکور

۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ

اشتہار واجب الاظہار

حضرت مولنا الحاج محمد کریم بخش صاحب پروفیسر کی دیگر تصانیف ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔ ان سب کو علماء محققین نے وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مطالعہ کرنے سے خود بخود اس امر کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے۔

۱۔ کتاب الحج والزیارۃ۔ حج وزیارۃ کے حِکَم واسرار۔ احکام کی تفصیل۔ شوقیہ و مدحیہ طریقہ پر مکہ و مدینہ (شرفہما اللہ تعالیٰ) کے فضائل وغیرہ قیمت عصر (اہل علم کے لئے ۸ر)

۲۔ ضرورت حدیث۔ منکرین حدیث کا ردّ ہی اور ثابت کیا گیا ہے کہ تفسیر کلام اللہ کیلئے علم حدیث نبوی ضروری ہے۔ قیمت ۴ر

۳۔ ارکان اربعہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج کے احکام میں جو کوتاہیاں واقع ہورہی ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ نیز علیحدہ طور پر نماز زکوۃ حج کے بڑے نقشے بھی ہیں۔ ارکان اربعہ اور نقشے مفت

۴۔ قول محمود در مسئلہ سود۔ سود کے جمیع اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ اسمیں دار الحرب و دار الاسلام بنکوں کا سود بیمہ زندگی۔ پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ کی خوب بحث ہے قیمت ۲ر

۵۔ ذکر الرسول (صلعم) سیرت رسول صلعم میں نفیس کتاب ہے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت عصر اسمیں مکی زندگی ہے۔ دوسری جلد جسمیں مدنی زندگی ہے عنقریب طبع ہونیکو ہے۔

۶۔ جزاء الاحسان مشتمل بر علمی وعملی کمالات جناب شیخنا و مولنا محمد انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی قدس اللہ سرہٗ قیمت ۲ر دیگر اہل علم کے لئے مفت)

۷۔ نور البشر جسمیں عقلاً و نقلاً یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور پرنور سید عالم نبی اکرم حضرت مولانا و شفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باوجود اول الموجودات واشرف المخلوقات ہونیکے یقیناً جنس بشر میں سے ہیں۔ اور یہ کہ آپ کو بشر کہنے میں شرعاً کسی قسم کا ترک ادب نہیں ہے۔

نوٹ۔ واضح ہو کہ یہ تمام تصانیف وقف ہیں اسمیں نہ مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مالی نفع ہوگا نہ ان لوگوں کو جنھوں نے ان کتب کی کتابت وطباعت کیلئے مالی امداد فرمائی ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

المشتھر:۔ عبد العزیز۔ مالک میکلیگن پریس چرچ روڈ لاہور